رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر اظہر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

:(یعنی):

ریویو آف ریلیجنز
اردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

[illegible]

[illegible]

نمبر ۵ | مئی سنہ ۱۹۲۴ء مطابق رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۲ھ | جلد ۲۳

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

کلماتِ طیّبات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(بہ سلسلہ فروری ۱۹۲۴ء)

اللہ جلشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول ولا نبی الّا اذا تمنّٰی القی الشیطان فی اُمنیّتہ۔ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ اٰیاتہ واللہ علیم حکیم...... یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کے دل میں جو خیالات اُٹھتے ہیں اور جو کچھ خواطر اسکے نفس میں پیدا ہوتی ہیں درحقیقت تمام وہ وحی ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن کریم اسپر شاہد ہے وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی لیکن قرآن کریم کی وحی دوسری وحی سے جو صرف معانی منجانب اللہ ہوتی ہیں تمیز کُلی رکھتی ہے اور نبی کے اپنے تمام اقوال وحی غیر متلو میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ روح القدس کی برکت اور چمک ہمیشہ نبی کے شامل حال رہتی ہے اور ہر ایک بات اُس کی برکت سے بھری ہوتی ہے اور وہ برکت روح القدس سے اُس کلام میں رکھی جاتی ہے لہٰذا ہر ایک بات نبی کی جو نبی کی توجہ تام سے اور اسکے خیال کی پوری مصروفیت سے اُسکے مُنہ سے نکلتی ہے وہ بلاشبہ وحی ہوتی ہے تمام احادیث اسی درجہ کی وحی میں داخل ہیں جنکو غیر متلو وحی کہتے ہیں اب اللہ جلشانہ آیت موصوفہ ممدوحہ میں فرماتا ہے کہ اس ادنٰی درجہ کی وحی میں جو حدیث کہلاتی ہے بعض صورتوں میں شیطان کا دخل بھی ہو جاتا ہے اور وہ اُسوقت کہ جب نبی کا نفس ایک بات کیلئے تمنا کرتا ہے تو اُسکا اجتہاد غلطی کر جاتا ہے اور نبی کی اجتہادی غلطی بھی درحقیقت وحی کی غلطی ہے کیونکہ نبی تو کسی حالت میں وحی سے خالی نہیں ہوتا وہ اپنے نفس سے کھویا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک آلہ کی طرح ہوتا ہے پس چونکہ ہر ایک بات جو اُسکے مُنہ سے نکلتی ہے وحی ہے اسلئے جب اُسکے اجتہاد میں غلطی ہوگئی تو وحی کی غلطی کہلائیگی نہ اجتہاد کی غلطی۔ اب خدا تعالیٰ اسی کا جواب قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کبھی نبی کی اس قسم کی وحی جس کو دوسرے لفظوں میں اجتہاد بھی کہتے ہیں مس شیطان سے مخلوط ہو جاتی ہے اور یہ اسوقت ہوتا ہے کہ جب نبی کوئی تمنا کرتا ہے کہ یوں ہو جائے تب ایسا ہی خیال اسکے دل میں گذرتا ہے جسپر نبی مستقل رائے قائم کرنے کیلئے ارادہ کر لیتا ہے تب فی الفور وحی اکبر جو کلام الٰہی اور وحی متلو اور مہیمن ہے نبی کو اُس غلطی پر متنبہ کر دیتی ہے اور وحی متلو شیطان کے دخل سے بکلی منزہ ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک سخت ہیبت اور شوکت اور روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اور قول ثقیل اور شدید النزول بھی ہے اور اسکی تیز شعاعیں شیطان کو جلاتی ہیں اسلئے شیطان اُسکے نام سے دور بھاگتا ہے اور نزدیک نہیں آسکتا اور نیز ملائک کی کامل محافظت اسکو ارد گرد ہوتی ہے لیکن وحی غیر متلو جس میں نبی کا اجتہاد بھی داخل ہے یہ قوت نہیں رکھتی اسلئے تمنا کے وقت جو کبھی شاذ و نادر اجتہاد کے سلسلہ میں پیدا ہو جاتی ہے شیطان نبی یا رسول کے اجتہاد میں دخل دیتا ہے پھر وحی متلو اُس دخل کو اٹھا دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء کے بعض اجتہادات میں غلطی بھی ہوگئی ہے جو بعد میں رفع کی گئی ہے (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۵۲-۳۵۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عبادت اسلام بمقابلہ دیگر مذاہب

مضمون کی حدود میں اس وقت ان تمام امور پر جو عبادت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں بحث نہیں کرونگا۔ کیونکہ اصل مضمون جس پر میں اس وقت لکھنا چاہتا ہوں وہ صرف یہ ہے۔ کہ کونسا طریق عبادت سب سے بہتر اور اعلیٰ ہے اور دکھانا چاہتا ہوں کہ جو طریق عبادت اسلام نے پیش کیا ہے۔ وہی سب سے بہتر اور اعلیٰ ہے اور باقی سب ناقص اور نامکمل ہیں۔ اور اس مضمون میں سے بھی میں اپنے آپ کو صرف اس طریق تک محدود رکھونگا۔ جو ظاہری عبادات میں سے سب سے اہم اور اعم فرض ہے یعنی عبادت کے تمام طریقوں میں سے صرف ظاہری طریق پر ہی بحث کرونگا۔ جو ہر مذہب نے اپنے تمام ماننے والوں پر بطور فرض کے مقرر کیا ہے۔ اور ہر ایک متبع کے لئے اس کا ادا کرنا واجب اور ضروری قرار دیا ہے۔ اور جو اس مذہب کا گویا امتیازی نشان ہے جیسا کہ اسلام میں نماز اور ہندوؤں میں سندھیا وغیرہ۔

عبادت کے معنی اور اس کی تعریف لیکن پیشتر اس کے کہ میں مختلف مذاہب کے طریق عبادت کا آپس میں مقابلہ کروں۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ عبادت کے مفہوم کو سمجھ لیا جائے۔ کہ وہ کیا چیز ہے۔ کیونکہ جب تک ہم اس کا مطلب ہی نہیں سمجھتے اس کے طریق پر کس طرح بحث کر سکتے ہیں۔

عبادت جس کو دوسرے الفاظ میں پوجا۔ بندگی۔ پرستش اور ورشپ کہتے ہیں اس انسانی فعل کا نام ہے جو محض خدا سے تعلق رکھتا ہے اور کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں۔ یا یوں کہئے کہ عبادت اس تعلق کا اظہار ہے جو بندہ کو خدا سے ہے۔ طریق عبادت کا مقابلہ کرکے گویا ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کس مذہب کا تعلق خدا کے ساتھ سب سے [اعلیٰ] اور اعلیٰ ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ اس تعلق کی بنیاد ان خیالات اور اعتقادات پر ہے جو کہ ایک مذہب خدا

کے متعلق پیش کرتا ہے۔ جس قسم کا خدا کوئی مذہب پیش کریگا اسی قسم کا تعلق اس مذہب کے ماننے والوں کا خدا کے ساتھ ہوگا اور اسی کے مطابق ان کی عبادت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اگر خدا تعالیٰ کو نعوذ باللہ ایک نہایت ہی کمزور اور ضعیف ہستی تسلیم کیا جائے۔ تو لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اس کے ساتھ تعلق بھی نہایت ہی کمزور ہوگا جس کا کہ اس کی عبادت میں اظہار کیا جائیگا۔ گویا اگر ہم مختلف مذاہب کے خداؤں کا یعنی ان خیالات اور اعتقادات کا جو کہ مختلف مذاہب خدا کے متعلق پیش کرتے ہیں آپس میں مقابلہ کریں تو طریق عبادت کے ادنیٰ اور اعلیٰ ہونے کا فیصلہ خود بخود آسانی سے ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی مذہب کی عبادت ادنیٰ قسم کی ہوگی تو اس کا طریق بھی ادنیٰ ہی ہوگا خواہ وہ اپنے طور پر عمدہ اور نہایت مناسب سمجھی جاتی ہو۔

لیکن میں اس بحث کو چھوڑ کر یہ تسلیم کر لیتا ہوں کہ تمام مذاہب خدا تعالیٰ کو ایک ایسی ہستی مانتے ہیں جو سب سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ جو ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے منزّہ اور مبرا ہے اور ہر قسم کی خوبیوں اور کمالات کا مجموعہ ہے جس کو عربی زبان میں اِلٰہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ فطرت انسانی کے خلاف ہے کہ بندہ اپنے خدا کے متعلق اسکے سوا کوئی اور خیال رکھے۔

اب گویا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اِلٰہ کا عبد بن جانا عبادت کہلاتا ہے۔ لغات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت الطاعۃ مع الخضوع کو کہتے ہیں۔ اصل العبودیۃ الخضوع والذل والعبادۃ فعل ما یرضی بہ الرب۔ کامل تذلل اور انکسار اور کامل محبت اور ایثار کا نام عبادت ہے۔ گویا عبادت کیا ہے۔ ایک طرف تو توبہ اور استغفار ہے یعنی بندہ خدا کے آستانہ پر جھک کر اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے اور نہایت ہی تذلل اور انکسار اور فنا کی حالت بنا کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے اور طہارت اور تقویٰ کے حصول کے لئے اُسکی مدد کی درخواست کرتا ہے اور سچے دل سے اسکی جناب میں عہد کرتا ہے کہ پھر ایسا گناہ نہ کرے گا۔ دوسری طرف اس کی تمام خوبیوں اور کمالات کا ذکر کر کے اسکو یاد کرتا ہے اور اس کی صفات ذاتیہ اور اضافیہ کا اقرار کر کے اس کی حمد و ثنا میں مشغول رہتا ہے (**صفات ذاتیہ** یہ کہ وہ اپنے کمال ذات اور ابدیت اور ازلیت اور تمام قدرتوں اور طاقتوں اور علم میں واحد لاشریک ہے اور **صفات اضافیہ** یہ کہ اس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ہے تا اپنی خالقیت ثابت کرے اور اس نے بغیر کسی عمل کے زمین و آسمان کی ہزاروں نعمتیں انسانوں کے لئے مہیا کی ہیں تا اپنی رازقیت ثابت کرے اور وہ اسی دنیا میں عبادت اور مجاہدہ کرنے والوں کو ایک خاص عزت بخشتا اور خاص تائید کے ساتھ

ان میں اور ان کے غیروں میں فرق کر کے دکھلا دیتا ہے اور اپنے قرب اور مکالمہ مخاطبہ کا شرف ان کو بخشتا ہے تا اپنی رحیمیت ثابت کرے اور قیامت کو ہر ایک فرمانبردار اور نافرمان کو اپنی مرضی کے موافق جزا سزا دیگا تا اپنا مالک جزا سزا ہونا ثابت کرے۔ یہ ہے وہ اصل حقیقت جو لفظ عبادت کے اندر مستتر ہے۔

عبادت کی ضرورت

عبادت کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد ایک اور امر پر غور کرنا بھی نہایت ضروری ہے، اور وہ یہ کہ اس کی ضرورت کیا ہے۔ اگر عبادت نہ کی جائے تو کیا حرج ہے اگر کوئی نقصان نہیں تو اس بحث کی کیا ضرورت ہے۔ کہ کون طریق عبادت سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ سوال دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو معترض خدا کو مانتا ہی نہیں اور یا اس کی ہستی کا کسی نہ کسی رنگ میں قائل ہے۔ اگر وہ دہریہ ہے تو پہلے اس کو خدا منوانا چاہیئے۔ اگر وہ اس کی ہستی کا قائل ہے تو پھر اس سوال کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ خدا تو کہتے ہی اس کو ہیں جس کی عبادت کی جائے۔ بھلا وہ بھی کوئی خدا ہے جس کی عبادت ہی کوئی نہ کرتا ہو۔ جس کا کوئی پرستار ہی نہ ہو۔ اور وہ بھی کوئی بندہ ہے جو بندگی سے انکار کرے۔ یہ تو ایسی ہی صورت ہے۔ کہ کوئی شخص یہ کہدے کہ آگ تو ہے مگر جلاتی نہیں۔ پانی تو ہے مگر پیاس نہیں بجھاتا۔ پس جو شخص عبادت کی ضرورت کا انکار کرتا ہے وہ خدا کو خدا نہیں مانتا اور اپنے آپکو بندہ نہیں تسلیم کرتا۔ بھلا اس سے بڑھکر اور کیا حرج ہو سکتا ہے۔ کہ بندہ بندہ نہ رہے اور خدا خدا نہ رہے۔ اس سے بڑھکر تو دنیا میں کوئی ظلم ہی نہیں ہو سکتا۔ ہاں کوئی خدا سے انکار کر دے تو کر دے لیکن اس کی ہستی کو تسلیم کر کے پھر یہ سوال کرنا حد درجہ کی جہالت اور بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں انسان کے پیدا کیئے جانے کی غرض ہی عبادت ہے۔ جو شخص اس غرض کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں رہتا جب ایک شخص اس کام کو کرنے سے انکار کرتا ہے جس کے لیئے وہ اس دنیا میں بھیجا گیا ہے تو وہ گویا خدا تعالیٰ کی مخالفت اور نافرمانبرداری کرتا ہے اور جو بھی وہ دوسرا کام کریگا اور جس دوسرے کام میں بھی وہ اپنا وقت صرف کریگا وہ سراسر اس کے نقصان کا موجب ہوگا۔ اس کی کوشش محنت اور وقت سب رائیگاں جائینگے کیونکہ اس نے اپنے اصل کام کو نہیں کیا۔ بجائے اس کے کہ ایسا شخص اپنی پیدائش کی غرض کو پورا کر کے انعامات کا مستحق ہوتا اپنے قویٰ اور اوقات کا ناجائز استعمال کر کے اپنے آپکو سزا کا مورد ثابت کر دیگا۔

پھر کیا یہ بات انسانی فطرت میں داخل نہیں کہ ایک اچھی اور خوبصورت چیز کو دیکھ کر انسان اس کی تعریف کرے۔ کیا ایک خوبصورت پھول کو دیکھ کر ایک انسان کا دل کھچا نہیں جاتا۔ کون مردہ دل وہ شخص ہے جو قدرت کے خوشنما منظر دیکھ کر بھی ان کی تعریف کیئے بغیر رہ سکتا ہے پھر کس طرح یہ تسلیم کیا جائے

کہ انسان باوجود اس بات کے مان لینے کے کہ خدا تمام خوبیوں اور کمالات کا مجموعہ ہے اور ہر قسم کا حسن اس میں موجود ہے اور حقیقی حسن کا وہی منبع اور مخزن ہے پھر بھی اس خالق حسن کی طرف کھچا نہ جائے۔ پس جو شخص حسن کی تعریف نہیں کرتا وہ ایک مردہ ہے اور زندگی کی روح اس میں پائی نہیں جاتی۔ جو آدمی عبادت کی ضرورت سے انکار کرتا ہے وہ ایک اور طرح سے بھی قابل مواخذہ ہے کیونکہ وہ احسان فراموش ہے۔ باوجود یہ ماننے کے کہ خدا تعالیٰ کے بندہ پر بے انتہا بڑے بڑے اور عظیم الشان احسانات ہیں اور بے حد نوازشیں اور مہربانیاں ہیں جن کے وہ ہرگز قابل نہیں۔ پھر بھی اس کی تعریف نہیں کرتا اور اسکے آگے سر جھکانے سے عار کرتا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ انسان اپنے غیر حقیقی محسنوں کی تو اس قدر خوشامد اور خدمت کرے کہ اپنی ناک بھی کٹوائے مگر وہ جو اس کا حقیقی اور سب سے بڑا محسن پروردگار ہے اسکا نہیں بلکہ اس کے باپ دادوں کا بھی وہی خالق اور مالک رب ہے اس سے ایسا بے پروا ہو اور ایسا استغنا ظاہر کرے کہ اس کا نام تک نہ لے اور اُلٹا یہ کہے کہ اس کی عبادت کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس بے شرمی اور بے حیائی سے ہزاروں درجہ بہتر ہے کہ وہ اس خدا کا ہی انکار کر دے جس نے اسے پیدا کیا ہے نہ یہ کہ اپنے تئیں اس قدر ذلیل و خوار کرنا چاہے۔ عبادت ایک بھوک ہے جس کے پورا ہوئے بغیر انسان ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا۔ کیا کوئی شخص کھانے کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں جو شخص روٹی کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتا اسے چاہیئے کہ ایک دو دن صبر کرے اور پھر دیکھے کہ اس کی ضرورت ہے یا نہیں محبت ایک فطرتی جذبہ ہے جس کا حقیقی مقصود خدا ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے کہ مٹانے سے مٹ نہیں سکتا۔ اور بجھانے سے بجھ نہیں سکتا۔ یہ وہ بھوک ہے جو بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات کے پوری نہیں ہو سکتی۔ پس جو شخص غیر اللہ اور ماسوی اللہ کی محبت کرتا ہے وہ ایک آگ کھاتا ہے جو اس کو جلا کر خاک کر دیگی۔ وہ ایک زہر کا پیالہ پیتا ہے جو اس کا اپنا خاتمہ کر دیگا۔ اس لئے جو شخص عبادت کی ضرورت سے انکار کرتا ہے وہ گویا اپنے محبوب حقیقی کے ماتے جانے سے انکار کرتا ہے اور اس کے آگے سر جھکانے سے عار کرتا ہے۔ یقیناً وہ اس جذبہ کا غلط استعمال کرتا ہے اور بجائے اس سے فائدہ اٹھانے کے اپنے آپکو اس کا شکار بنا لیتا ہے اور خود ہلاک ہو جاتا ہے پس عبادت نہ کرنے سے ہمارا سراسر نقصان ہے اور نقصان بھی وہ جو ہمیشہ کی ہلاکت کا باعث ہے۔ لیکن یہی نہیں کہ عبادت کے نہ کرنے میں ہمارا سخت نقصان ہے بلکہ اس کی ضرورت ایک اور طرز سے بھی ثابت ہے اور وہ اس طرح کہ عبادت کے بہت سے فوائد ہیں اور وہ فوائد بھی اتنے بڑے ہیں کہ قابل حصول ہیں۔ یہی نہیں کہ اگر عبادت نہ کی جائیگی تو نقصان ہوگا بلکہ اگر کی جائیگی تو فائدے ہونگے اسلئے میں اس کے موٹے موٹے فوائد کا بیان

کر دینا بھی یہاں ضروری سمجھتا ہوں۔ مگر میں صرف دعویٰ کے طور پر ہی ان کو پیش کرونگا کیونکہ مفصل بحث آگے چلکر کرونگا ان شاء اللہ۔ یہ فوائد عبادت سے کس طرح حاصل ہوتے ہیں؟

عبادت کے فوائد

سب سے اول تو یہ کہ عبادت بدیوں سے بچاتی اور ہمیں پاک کرتی ہے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ ان کو ہم دیکھتے ہیں کہ طرح طرح بدیوں میں مبتلا ہیں اور انکی زندگی نہایت ہی گندی اور اوباشانہ ہے اور جو لوگ عبادت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ نسبتاً پاک اور صاف زندگی بسر کرتے ہیں۔ پھر عبادت دکھوں سے نجات دیکر ہم کو حقیقی اطمینان قلب اور تسکین بخشتی ہے۔ دنیا کی کوئی بھی ایسی نعمت نہیں جس سے انسان کا دل حقیقی قرار پکڑ سکتا ہے۔ خواہ تمام دنیا کی تمام نعمتیں ایک انسان کے لئے مہیا ہوں مگر پھر بھی اگر اس کا خدا تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے تو اس کو چین نصیب نہیں۔ ایک مالدار اپنے مال کی فکر میں غرق ہے۔ ایک بادشاہ اپنے ملک اور رعایا کی فکر میں غلطان اور پیچان ہے۔ ایک جوان پہلوان اپنی نفسانی خواہشات اور امنگوں کے پھندے میں پھنسا ہوا ہے لیکن کسی کو بھی اصل سکھ اور راحت نصیب نہیں۔ ہر کوئی موت کے وقت حسرتوں سے پُر ہے اور آہیں کھینچکر جان دیتا ہے سوائے ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں کسی کو بھی اطمینان قلب نصیب نہیں۔ اس کے پیاروں کو کسی قسم کا فکر نہیں اور وہ ہمیشہ سکھ کی نیند سوتے اور سکھ کی موت مرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ موت ایک دروازہ ہے جس میں سے گذر کر وہ اپنے محبوب حقیقی سے جا کر ملاقات کرینگے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں اللہ کے بندے ہمیشہ اللہ سے مدد دیئے جاتے ہیں۔ جو اس کے ہوجاتے ہیں پھر خدا ان کا ہوجاتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ انکے دشمن تباہ و برباد ہوجاتے ہیں۔ اور وہ ہر میدان میں کامیاب و کامگار ثابت ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان میں اور ان کے غیروں میں ایک بیّن فرق کرکے دکھلا دیتا ہے اور ان کو اپنا ثابت کر دیتا ہے۔ وہ خدا سے بولتے ہیں اور خدا ان سے بولتا ہے۔ وہ خدا کی سُنتے ہیں اور خدا انکی سُنتا ہے۔

پھر سب سے آخر یہ کہ قیامت کے دن یعنی ہمیشہ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کرنے والوں کو نجات دیگا۔ اور ان کو ہمیشہ کے لئے سُکھ اور چین کی زندگی میسّر ہو گی اور وہ اپنے مولیٰ کی کامل تجلّی کو دیکھینگے اور انکو اس یار حقیقی کا کامل دیدار نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان میں سے کرے۔ آمین ثم آمین۔

ان تمام باتوں کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا اس کی عبادت کرتی ہے اور سینکڑوں لاکھوں سالوں سے عبادت کرتی چلی آئی ہے۔ ہر زمانے اور ہر ملک اور ہر جگہ کے لوگ اسکے آستانے پر سر بسجود ہوتے رہے ہیں

ہاں ان کے طریقوں میں فرق ہوگا۔ ان کے طرز اظہار میں اختلاف ہوگا لیکن اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ تمام بنی نوع انسان ہمیشہ سے کسی نہ کسی رنگ میں اس کی بندگی کرتی رہی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت ایک فطرتی بات ہے اور فطرتاً ہم اس کے کرنے کے لئے مجبور ہیں۔

بالآخر اس جگہ ایک وسوسہ کا ازالہ کر دینا بھی یہاں نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ خدا کو عبادت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ غنی ہے واللہ غنی عن العلمین۔ خدا کو کسی چیز کی احتیاج نہیں۔ اگر ہم اس کی عبادت نہ کریں تو اس کی خدائی میں فرق آجاتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک عبادت کی ضرورت کو محسوس یا تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ خدا گویا اپنے بندوں سے یہ کہتا ہے کہ تم میری عبادت کرو کیونکہ اگر تم ایسا نہ کروگے تو میں خدا نہ رہوں گا۔ میرے حال پر رحم کرو اور میری خدائی کو دنیا سے مت ہٹاؤ۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ حالانکہ خدا تعالیٰ غنی ہے۔ اس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں نہ اس کا عبادت میں کچھ فائدہ ہے اس کے جواب میں سب سے پہلے کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ اعتراض نہایت ہی جاہلانہ اور احمقانہ ہے۔ اس کے کرنیوالے عموماً ادنیٰ درجہ کے لوگ ہوتے ہیں جو خود خدائی کے دعویدار ہوتے ہیں اور اپنی حقیقت کو بھول کر اپنے آپ کو بڑا بناتے اور خدا تعالیٰ کو ایک نہایت ہی ضعیف ہستی خیال کرتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ہماری عبادت کا محتاج نہیں۔ اگر تمام دنیا ملکر بھی اس کی عبادت نہ کرے تو اسکی خدائی میں فرق نہ آئیگا۔ ہاں وہ خدا نہ رہیگا اور وہ اس کے بندہ نہ رہینگے۔ کیونکہ ان کا اس سے کچھ تعلق نہ رہیگا اور وہ ان کی جگہ کوئی اور بندے لے آئیگا۔

عبادت تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے احتیاج نہیں۔ جو اس حکم کو مان لیتا ہے وہ انعام کا مستحق ہو جاتا ہے اور جو نہیں مانتا وہ سزا پاتا اور ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

پس بندہ کو عبادت کی ضرورت ہے وہ محتاج ہے نہ کہ خدا۔ بے شک خدا کا اس میں کچھ فائدہ یا نقصان نہیں مگر بندہ کو خود اس کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ جیسا میں پہلے بیان کر آیا ہوں اگر وہ عبادت نہیں کرتا تو خود ہلاک ہو جاتا ہے اور اگر کرتا ہے تو انعامات کا مستحق ہو جاتا ہے۔ پس خدا کو ہرگز اس کی ضرورت نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن تزکّٰی فانما یتزکّٰی لنفسہ۔ عبادت سے ہماری اپنی ہی بھلائی مقصود ہے۔ اور کچھ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ ابی و امی۔ نے اس سوال کا جواب ایک شان کے ساتھ دیا ہے۔ ناظرین ضرور مطالعہ فرمائیں۔ شرح چشمہ آریہ صفحہ ۱۶۳-۱۶۷

عبادت کی غرض عبادت کی ضرورت ثابت ہو جانے کے بعد ایک اور امر پر بحث کرنا بھی ضروری ہے اور وہ یہ کہ اس کی غرض کیا ہے کیونکہ جب تک ہم کو عبادت کی غرض معلوم نہیں ہم یہ کیونکر فیصلہ کرسکتے ہیں

کہ فلاں طریق اس غرض کو سب سے بہتر طرز سے پورا کرتا ہے۔ اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے عبادت کی غرض کا علم ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ مگر پیشتر اس کے کہ عبادت کی غرض معلوم کی جائے خود غرض کا سمجھ لینا بھی نہایت ضروری ہے۔

غرض اس نیت کو کہتے ہیں جس سے کہ کوئی کام کیا جائے جس مقصد اور مطلب کے لئے کوئی کام کیا جائے وہ اس کی غرض کہلاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص لاہور جاوے تو اس کے وہاں جانے کی غرض وہ اصل مقصد ہوگا جس کے لئے وہ وہاں جاتا ہے۔ جیسے کوئی اپنے دوست کو ملنے کے لئے وہاں جائے۔ اب اس کا لاہور سٹیشن پر جانا۔ انارکلی دیکھنا اور اپنے دوست کے گھر عمدہ سے عمدہ کھانے کھانے اور اعلیٰ درجہ کی سواریوں پر چڑھکر باغات کی سیر کرنا اس کے لاہور جانے کی اغراض نہیں کہلا سکتیں کیونکہ وہ ان باتوں کے لئے اور ان کی نیت سے وہاں نہیں گیا۔ گو اس کا لاہور سٹیشن پر جانا انارکلی دیکھنا۔ کھانا کھانا۔ سیر کرنا اسکے وہاں جانے کا نتیجہ تو ہیں یعنی غرض نہیں ہیں۔ ایک فعل کے نتیجہ اور غرض میں فرق ہے۔ نتیجہ تو ان تمام فوائد کا نام ہے جو اس فعل سے حاصل ہوتے ہیں اور غرض وہ خاص نتیجہ ہے جس کے لئے وہ فعل کیا گیا ہے گو نتیجہ غرض سے زیادہ وسیع ہے۔ ہر غرض نتیجہ ہوگی مگر ہر نتیجہ غرض نہیں ہو سکتا۔ پس ہو سکتا ہے کہ ایک شخص لاہور جاکر باغات کی سیر کرے۔ عمدہ سے عمدہ کھانے کھائے مگر یہ اس کے وہاں جانے کی اغراض نہیں کہلا سکتیں گو اس کے سفر کے ضمن میں یہ نتیجے تو ضرور ہیں مگر کسی کا یہ حق نہیں کہ اس کو یہ کہے کہ وہ اسی نیت سے وہاں گیا تھا کیونکہ اس کا مطلب تو دوست کی ملاقات تھی نہ کہ یہ باتیں۔ یہ تو ضمنی طور پر اسے حاصل ہوگئی۔ اگر اس کا دوست مل جاتا ہے تو اسکی غرض پوری ہوگئی اور اگر نہیں ملتا تو وہ خواہ کچھ بھی کرتا پھرے اسکے وہاں جانے کی غرض نہیں پوری ہو سکتی۔

بعینہ یہ مثال ان معترضین کی ہے جو جنت میں حور و غلمان کے متعلق کرتے ہیں حقیقت سے ناآشنا لوگ اسلام پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مسلمان عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ جنت میں ان کے لئے حور و غلمان ہونگے اور طرح طرح کی جسمانی خواہشات کے پورا ہونے کا سامان موجود ہوگا۔ حالانکہ وہ نہیں سمجھتے کہ یہ تمام انعامات بطور نتیجہ عبادت حاصل ہونگے نہ کہ اصل غرض اور مقصد عبادت۔ اسلام ہرگز یہ تعلیم نہیں دیتا کہ نمازیں اس لئے پڑھو کہ تمہیں جنت میں حوریں مل جائینگی بلکہ اس کی تعلیم اس سے بہت بلند اور بڑھ چڑھ کر ہے جس طرح لاہور جانے والے شخص کا وہاں کھانا کھانا اور سیر کرنا اسکے سفر کی غرض نہیں کہلا سکتی گو اس کے سفر کا نتیجہ ضرور ہیں اسی طرح یہ بھی ایک ضمنی انعام ہیں جو بطور نتیجۂ عبادت مومنین کو جنت میں ملیں گے اور اپنی جگہ پر یہ بھی قابل اعتراض نہیں

اور ہر طرح سے ایک اعلیٰ درجہ کے انعام ہیں جن کا جنّت میں ہونا نہایت ضروری تھا لیکن اسلام کی یہ ہرگز تعلیم نہیں کہ عبادت ان کے ہی حصول کی نیّت سے کی جائے اور ان کو ہی اپنا اصل مقصد ٹھیرا یا جائے۔ بلکہ اسلام نے تو وہ غرض پیش کی ہے جو دوسرے مذاہب نے یا تو سمجھی اور پیش ہی نہیں کی اور اگر پیش کی ہے تو ناقص طور پر کی ہے۔ وہ غرض رؤیت الٰہی ہے۔ جنّت کا سب سے بڑا انعام دیدار یارِ حقیقی ہے جو مومنین کو وہاں نصیب ہوگا اور اس میں شک نہیں کہ یہی سب سے اعلیٰ غرض ہے جس کے لئے عبادت کرنے کا حکم ہے۔ جس طرح لاہور جانے والے کی غرض دوست کی ملاقات تھی اسی طرح عبادت کرنے والے کی غرض بھی دیدار یار ہے۔ اور اس سے بڑھکر کوئی غرض ہی نہیں سکتی۔ بھلا جس کو خدا مل جائے اس کو اور کیا چاہیئے۔ جس کو خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونا نصیب ہو جائے اس کو پھر کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے؟ اسی لئے جو لوگ عبادت کا حق ادا کرتے ہیں ان کو اس دنیا میں بہت حد تک یہ انعام مل جاتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف حاصل کرتے ہیں تاکہ وہ قیامت پر دلیل ہو اور یہ وہ تعلیم ہے کہ جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب نہیں جو اس بات کا دعویٰ کرتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام کروا دیتا ہے اور خدا سے اسی جہان میں ملاقات کروا دیتا ہے تاکہ اگلے جہان پر حجّت ہو۔ اگر کہیں ہے تو وہ پیش کرے۔

طریق عبادت اب میں مختلف مذاہب کے موجودہ طریق عبادت کو ایک ایک کرکے بیان کرتا ہوں اور ان کے نقائص پر روشنی ڈالتا ہوں۔ یہ یاد رہے کہ میں صرف ان طریقوں کو لونگا جن پر کہ غیر مذاہب والے آجکل خود پابند ہیں اور اس بات پر بحث نہیں کرونگا کہ آیا یہی انکے کتب مقدسہ کے مطابق طریق عبادت ہیں یا وہ کچھ اور ثابت ہوتے ہیں۔ پھر ہم طریق عبادت کے متعلق دو طرح سے بحث کرینگے ایک تو یہ کہ کامل عبودیت کا اظہار کونسے طریق سے ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ کونسا طریق کامل عبد بنا دیتا ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے اور وہ یہ کہ پہلے کا مطلب تو یہ ہے کہ کامل عبد کونسا طریق اختیار کرتے ہیں یا کرتے رہے ہیں یا ان کو کونسا طریق اختیار کرنا چاہیئے تاکہ کامل عبودیت کا اظہار ہو جاوے۔ اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ کونسے طریق پر چلکر ہم کامل عبد بن سکتے یا کہلا سکتے ہیں۔

آریہ سماج کی سندھیا وقت۔ صبح شام۔ سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے کے بعد۔
۱۔ غسل۔ ۲۔ آچمن۔ ہتھیلی میں اس قدر پانی لیوے کہ وہ پانی علق سے نیچے قلب تک پہنچے۔ پانی نہ اس سے کم ہو نہ زیادہ۔ پھر ہتھیلی کے کنارہ اور اس کی درمیانی جگہ کو منہ لگا کر آچمن کرے۔ اس سے علق کا بلغم اور صفرا کسی قدر دفع ہوتے ہیں۔ اور یہ منتر پڑھے۔ تین دفعہ پڑھکر تین دفعہ آچمن کرے۔ پرکاش سروپ اور سرو ویاپک ایشور ہماری مطلوبہ چیزوں کے لئے اور پورے آنند کی پراپتی کے لئے کلیان کریں اور ہم پر سب طرف سے آنند کی برشا کریں۔

۳۔ اندریہ سپرش۔ یہ منتر پڑھے۔ پرماتمن ہماری زبان ہمارے حواس۔ ہماری آنکھیں ہمارے کان ہماری ناف ہمارے دل ہمارے علق ہمارے سر ہمارے ہاتھ کی ہتھیلی اور ہاتھ کی پیٹھ کو پوتر کرے اور طاقت دے اور وہ بازوؤں کو یش اور طاقت دے تاکہ ہم ان سے بھلائی کرکے نیکنامی کو حاصل کریں۔

اس منتر کو پڑھکر درمیانی اور چھوٹی انگلی کے پاس والی انگلی سے برتن میں سے جل لگا کر اندریوں کو سپرش کرے۔

۴۔ مارجن۔ پھر یہ منتر پڑھے۔ جگت کا پران پرماتما ہمارے سر کو پوتر کرے دکھوں سے بچانے والا ایشور ہماری آنکھوں کو پوتر کرے سکھ سروپ اور ویاپک بھگوان ہمارے گلے کو پوتر کرے سب سے بڑا اور پوجا کے لائق دیو ہمارے جسم کو پوتر کرے سارے عالم کا خالق سوامی ہماری ناف کو پوتر کرے دشٹوں کو سزا دینے والا منصف اور گیان سروپ خدا ہمارے دونوں پاؤں کو پوتر کرے۔ زندہ رہنے والا خدا ہمارے سر کو پھر پوتر کرے آکاش کی طرح سب جگہ ویاپک برہم ہمارے سارے جسم کو پوتر کرے۔

اس منتر سے کشا یا اُن انگلیوں سے اندریوں پر جل چھڑکے۔

۵۔ پرانایام۔ جس دم کو کہتے ہیں۔ یہ چار قسم کا ہے (۱) باہر ہی زیادہ روکنا۔ (۲) اندر زیادہ روکنا۔ (۳) جہاں ہو وہیں روک لینا۔ (۴) نہ اندر آنے دینا نہ باہر جانے دینا۔ روک لینا۔

اس سے آتما اور من کو پاکیزگی اور قیام ہوتا ہے۔ طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ عقل تیز ہوجاتی ہے۔ اور تمام شاستروں کو تھوڑے عرصہ میں نوک زبان کر لیگا۔ پرانایام کرتے ہوئے یہ منتر پڑھے اور تین بار کرے۔

"وہ پرماتما جگت کا پران دکھوں سے بچانے والا سکھ سروپ اور ویاپک سب سے بڑا اور قابل پرستش سب کا خالق دشٹوں کو سزا دینے والا اور گیان سروپ حق ہے۔"

۶۔ اگھمرشن۔ یہ منتر پڑھے:۔ سب طرف سے پرکاش مان۔ گیان سروپ پرماتما سے قانون قدرت یعنی وید اور پرکرتی پرگٹ ہوئے۔ اس سے پرلے کی رات اور اس سے مہا سمندر پیدا ہوا اور سمندر کے بعد کال (زمانہ) پیدا ہوا جس

طریق سے خلقت کو قابو رکھنے والے اور پیدا کرنے والے پرماتما نے دن اور رات کو بناتے ہوئے پہلے کی طرح سورج اور چاند۔ روشن اور غیر روشن کرّوں اور ہوائی کرّوں اور عالم کے بیچ کے لوگوں کو پیدا کیا۔

پھر تین بار آچمن کرے۔

منسا پر کرما (طواف جو دل ہی دل میں ہو)۔ **مشرق** کے سوامی۔ لامحدود روشن گیان سروپ حفاظت کرنیوالے کے لئے جسکے تیر سورج کی کرنیں ہیں ہم نمسکار کرتے ہیں۔ ایسے حفاظت کرنے والے کو ہم نمسکار کرتے ہیں۔ اپنے دشمنوں کو اور برائی کو آپکے بس میں ڈالتے ہیں ✦ **جنوب** کے سوامی بہت دولت والے حشرات الارض سے حفاظت کرنے والے جس کے تیر گیانی لوگ ہیں ہم نمسکار کرتے ہیں ✦ **مغرب** دشا کے سوامی سب سے اچھے۔ سانپوں سے حفاظت کرنے والے اناج جسکے تیر ہیں ہم نمسکار کرتے ہیں ✦ **شمال** دشا کے سوامی سب کے خالق اور مالک قائم بالذات کے لئے بجلی جس کے تیر ہیں ہم نمسکار کرتے ہیں ✦ **نیچے** کی دشا کے سوامی وشنو سرو یا یک سبزہ وغیرہ مختلف رنگوں والے درخت جنکی گردن سروپ ہیں اور حافظ کے لئے درخت، جسکے تیر ہیں ہم نمسکار کرتے ہیں ✦ **اوپر** کی طرف کے سوامی پانی کے مالک گیان سروپ حفاظت کرنے والے بارش جس کے تیر ہیں ہم نمسکار کرتے ہیں۔

اپستھان (نزدیکی) اس اندھیرے پرے تو اکل آنند سروپ پرماتما کو ہم دیکھتے ہوئے جا پہنچیں جو پرلے کے بعد بھی موجود رہتا ہے۔ پرکاشکوں کو پرکاش دینے والا سب کا آتما گیان سروپ اور سب سے اُتم یا اعلیٰ ہے۔

برہمانڈ کے دیکھنے کے لئے جو جگت کے قانون ہیں وہ اس پرماتما کو ملاتے ہیں جس سے گیان پرکٹ ہوا۔ اور جو سب کا آتما ہے۔

وہ عجیب سروپ اور طاقتور سروپ بھلا چاہنے والا اچھے لوگ اور اگنی کا پرکاشک ہے۔ پرماتما عالموں کے دل میں پراپت ہو رہا ہے جو پرماتما منوّر و غیر منوّر اور ہوائی کرّوں کو دھارن کر رہا ہے اور جو چلنے والے نہ چلنے والے کا آتما ہے یہ ہماری اچھی بات ہے۔ وہ سب کا دیکھنے والا عالموں کا فائدہ کرنے والا سامان سرشٹی کے پہلے سے ویا پک ہو رہا ہے ہم سو سال تک دیکھیں سو سال تک زندہ رہیں۔ سو سال تک سنیں۔ سو سال تک وعظ کریں۔ سو سال تک کسی کے محتاج نہ ہوں۔ اور ہم سو سال سے زیادہ بھی اگر زندہ رہیں تو اپنی طاقتوں سے بہرہ ور رہوں۔

پھر گائیتری منتر پڑھے ✦ پرماتما پرانوں سے بھی پیارا۔ دُکھ ناشک۔ سُکھ سروپ اور سرویاپک ہے۔ ہم اس بیں . کرنے والے اور پرکاش سروپ خدا کے پوجنے کے لائق شدھ سروپ کا دھیان کرتے ہیں۔

خدا ہماری عقلوں کو بھلے کاموں کی طرف لگائے۔

سمرپن: - اے خدا جو جو اتم کام ہم آپکی کرپا سے کرتے ہیں وہ سب آپکے پیش ہیں۔ دیا کرو کہ ہم آپکو پراپت ہوکر نیک کام اور نجات کے حقدار بنیں۔

نمسکار۔ کلیان بھلائی کے چشمے کو ہمارا نمسکار۔ سکھ کے چشمے کو۔ بھلا کرنے والے کو۔ سکھ دینے والے کو۔ کلیان سروپ کو ہمارا نمسکار ہو۔ اوم۔ شانتی شانتی۔ شانتی۔

نقائص: - ۱۔ چوکڑی مار کر بیٹھنا اور گردن اکڑائے رکھنا۔ تذلل کی علامت نہیں۔ ۲۔ ایک ہی طرز پر اتنی دیر بیٹھے رہنا تکان کا موجب ہوگا۔ ۳۔ پرانایام۔ خلاف فطرت ہے۔ گھبراہٹ۔ قے آجاتی ہے۔ پاگل ہوجاتے ہیں اور خون کی نال پھٹ جاتی ہے۔ صحت خراب۔ سانس کا باقاعدہ ہونا ضروری ہے۔ صرف سانس کا نس۔ سے تعلق نہیں۔ بلکہ ہر ایک حصہ جسم سے ہے۔ کاربانک ایسڈ گاس اندر رہیگی۔ حواس تو توجہ لگانے سے خود بخود بند ہوجاتے ہیں مسمریزم والے پرانایام نہیں کرتے۔ دم بھی خود بخود رُک جاتا ہے۔ ۴۔ سو سال جیسے کی دعائیں کی جائے۔ ۵۔ منسا پرکرما کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آتا۔ دل کا طواف کیا ہوتا ہے۔ ۶۔ پانی نہ ہو تو آچمن کا قائم مقام کون ہے؟

آریہ سماج وقت۔ طلوع آفتاب اور غروب سے پہلے کرنی چاہیئے۔
سامان۔ ویدی یا ہون کنڈ۔ گڑھا یا برتن۔ دھات یا مٹی کا۔ اوپر سے ۱۲ یا ۱۶ انگل چوکون اور اتنی ہی گہری۔ نیچے ۳ و ۴ انگل اندازکی ہو۔

پروکھشنی پاتر۔ ایک قسم کا چمچہ پانی کے استعمال کے لئے۔ ہاتھ وغیرہ دھونے کے لئے۔

پرنیتا پاتر۔ پانی رکھنے کا برتن۔

آجیہ ستھالی۔ برتن مانند طشت۔ گھی رکھنے کا برتن۔

چمچہ۔ سونے چاندی یا لکڑی کا

چندن۔ پلاش یعنی ڈھاک۔ آم وغیرہ کی لکڑی۔ گھی۔ دودھ۔ پھل۔ کندمول۔ اناج چاول وغیرہ۔

طریق۔ ان لکڑیوں کے ٹکڑوں کو ویدی مطابق کرکے درمیان آگ رکھکر پھر اسپر وہ ٹکڑے رکھدے۔ اور گھی کو گرم کرلیوے۔ پھر منتروں سے ہوم کرے۔ ہر ایک منتر کو پڑھکر ایک ایک آہوتی دیوے۔ ہوم کے وقت اگنی میں گھی وغیرہ چیزیں جو ڈالی جاتی ہیں ان کو آہوتی کہتے ہیں۔ سولہ آہوتی ہر آدمی کرے۔ ایک آہوتی میں چھ ماشہ گھی ہو کم از کم۔ زیادہ ہو تو اچھا ہے۔

شکر شہد۔ کستوری۔ کیسر۔ اگر۔ تگر۔ سفید چندن جاوترہ۔ کافور۔ الائچی۔ جائفل۔ چھوہارے۔ کشمش

پستہ۔ ناریل۔ بادام۔ گلو۔ نیم۔ تِتر بیل۔ بال چھڑ وغیرہ۔

ویدی کے اِرد گرد پانی کی کھائی بناتے ہیں تا کہ ساری زمین کا مالک وہاں آوے۔

فائدہ ضرورت۔ ہوا اور پانی مصفّا ہوتے ہیں۔ (ہون نہ کرنے سے اتنا پاپ ہوتا ہے جتنی ہمارے جسم سے بدبو نکلتی ہے۔ (۲) نباتات کی کثرت (۳) جسمانی صحت (۴) بارش کی کثرت۔ (۵) آگ کی صفات کو حاصل کرنا۔ آگ چونکہ جلاتی ہے اس لئے ہم موت یاد رکھیں۔ لکڑی جلکر فائدہ دیتی ہے۔ دوسروں کی میل دُور کریں۔ راستی۔ طاقت .... اوپر اُٹھنا۔ (۶) حقیقی پاکیزگی (۷) قومی ترقی (۸) وید کی حفاظت

آچمن کرنے کے وقت جو منتر پڑھے جاتے ہیں: "ہے امرت روپی جل تم پردہ ہو میرے سب پاپوں بیماریوں غلاظتوں کو ڈھانپ کر پاک وصاف کرو" "ہے امرت روپی جل تم ڈھکتے ہو میری بُری خواہشات کو اور خیالوں پر پردہ ڈالو" وغیرہ

منتروں کا مطلب "میں ان کو ہوّی دیکر خوشی بلاتا ہوں۔ سُکھ دینے والی ہوں (زمین۔ اگنی۔ پران) خدا کے نام ہیں۔ سورج اور دیان ان بھوتک دیوتاؤں کو ہماری آہوتی پہنچے۔ (وایو۔ ایان)

نقائص:۔ اگنی ہوتر۔ (۱) خرچ اتنا ہوتا ہے کہ ہر شخص اس کو برداشت نہیں کرسکتا۔ (۲) اتنا خرچ کرکے پھر بھی بذاتِ خود اس کا روحانیت سے کچھ تعلق نہیں۔ عبادت کی غرض سے کچھ تعلق نہیں۔ (۳) ہوا پانی کا صاف کرنا تو اور طرح سے بھی ہو سکتا ہے۔ یہی بہترین طریقہ نہیں اور یہ حفظانِ صحت کے محکمہ سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ روحانیت سے۔ (۴) جسمانی صحت کے اس سے بڑھکر کئی طریق ہیں۔ فٹ بال کرکٹ بھی اس طرح عبادت میں شامل ہونے چاہئیں۔ (۵) بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں پانی اور ہوا نہایت صاف اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ وہاں ضرورت بھی نہیں۔ (۶) آگ کی صفات کو حاصل کرنا۔ اوّل تو اس کے لئے اتنے خرچ کی ضرورت نہیں۔ پھر یہ ایک قسم کی مخلوق پرستی ہے۔ پھر انسان میں ایسے قویٰ ترقی موجود ہیں جو ان صفات سے بالا ہیں۔ یہ صفات بھی صرف ادنیٰ اخلاقی صفات ہیں۔ عبادت کی غرض تو تخلقوا باخلاق اللہ ہے۔ اس سے خدا کی معرفت نہیں ہو سکتی۔ جو عبادت کی غرض ہے۔ (۷) بوجہ کثرت سامان کے توجہ زیادہ تر آگ کے جلانے کی طرف رہیگی اور منتروں کی طرف کم ہوگی۔ اس لئے اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ تمام چیزیں باترتیب رکھنی چاہئیں اور صفائی ہونی چاہیئے۔ مگر باوجود اسکے بھی توجہ اسکی طرف زیادہ رہیگی۔ (۸) آگ کے قریب بیٹھنا پڑیگا۔ اور اس سے خصوصاً گرمی کی موسم میں گھبراہٹ پیدا ہوگی اگر پیچھے ہٹیں تو پھر بھی توجہ کم ہوجائیگی۔ (۹) وقت کی فلاسفی بالکل فضول تسلّی کی

گئی ہے۔ (۱۰) سندھیا اور اگنی ہوتر کا وقت ساتھ رکھا گیا ہے جس میں سہولت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کم از کم دو گھنٹے ہر وقت لگتے ہیں۔ وقفہ دینا زیادہ مناسب تھا۔ (۱۱) کیوں نہ کہا جائے کہ یہ صریح مخلوق پرستی ہے۔ آہوتی اگنی کا نذرانہ ہے اور منترا سکی تعریف۔ (۱۳) فرداً فرداً ہی کی جاتی ہے مِلکر نہیں کرتے تاکہ وقت زیادہ ہو۔ اخوت ثابت ہو اور محبت بڑھے اور دُعا جلد قبول ہو۔ (۱۳) ہر شخص ہر جگہ آسانی سے نہیں کر سکتا۔ (۱۴) مسافر اور بیمار کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی۔ (۱۵) سپاہی لوگ تو اسپر عمل ہی نہیں کر سکتے۔ (۱۶) ایک گھر میں اگر تین چار آدمی ہیں چونکہ وقت ایک ہی ہے اس لئے توجہ پوری طرح قائم نہیں رہ سکتی۔

براہمھ دھرم } ایشور اُپاسنا کے چار حصے ہیں:-

اودبودھن۔ دنیا اور اسکے لوازمات کی بے ثباتی اور بے وفائی پر فکر کر کے یا اسی مضمون کے متعلق کسی کتاب سے پڑھکر دل کو ہر ایک دنیوی خیال سے خالی کر کے محض ایشور کے قدموں کی طرف رجوع لانے کا نام ہے چنانچہ اُپاسنا کے شروع میں ہی ایسے بھجن گانے چاہئیں جو زیادہ بیراگ یا معرفت کے متعلق ہوں۔

ارادھنا۔ ہر ایک دنیوی خیال سے آزاد ہو کر آتما کا پرآتما کو اپنی روحانی آنکھوں کے سامنے موجود پا کر ان کے حسن کو دیکھنا اور اُن سے جو روحانی فیض ملتا ہے اس کو شکر گذاری کے بھاؤ سے یاد کر کے روحانی طاقت حاصل کرنے اور دن بدن روحانی اعلیٰ اور پاک اوصاف میں ترقی کرنا۔ (بھجن بھی ہوتے ہیں)

دھیان۔ ایشور کے ساتھ جوگ کے ذریعہ زندہ رشتہ قائم کر کے اس کی پاکیزگی کو روح کے اندر جذب کرنا۔

پرارتھنا۔ اپنی روحانی کمزوریوں سے رہائی پانے اور پاپ سے مکت ہونے کی زور دار خواہش کے پیدا ہونے پر ایشور سے مدد کا ملتجی ہونا۔

سحن اُپاسنا۔ نماز باجماعت۔ عموماً ہفتہ وار کی جاتی ہے۔

نرجن اُپاسنا۔ اکیلے ہر روز بلا ناغہ کرنے کا حکم ہے۔

نقائص:- (۱) ظاہراً پاکیزگی کی تعلیم ہی نہیں جو کہ باطن کیلئے تحریک ہو سکے۔ (۲) ظاہر حرکات صرف زبان کی ہیں۔ بھجن اور چند الفاظ۔ اور مقرر نہیں جسم کی عبادت۔ (۳) بھجن گانا۔ راگ ایک نشہ پیدا کرنے والی چیز ہے۔ ایک جادو ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نشہ کی حالت میں انسان کے حواس چونکہ ایک

حد تک باطل ہوتے ہیں اس لئے روح پر ضعیف اثر پڑتا ہے۔ دوسرا نقص یہ ہے کہ اصل مقصود راگ ہوجاتا ہے اور الفاظ کے معانی کی طرف کم توجہ رہتی ہے کیونکہ راگ زیادہ موثر ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ مضمون خواہ کچھ ہو راگ کی طرف توجہ پلٹ جاتی ہے۔ کیونکہ سُر کا اثر دماغ پر کانوں کے ذریعہ زیادہ پڑتا ہے بہ نسبت معانی کے۔ (۴) الفاظ مقرر نہیں۔ انسان اپنی حالت کے مطابق چن سکتا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کو جزوی حاجات صدہا لگی ہوئی ہیں مگر حاجت اعظم جس کا دن رات اور ہر ایک دم فکر کرنا چاہیئے صرف ایک ہی ہے یعنی یہ کہ انسان اُن طرح طرح کے حجب ظلمانہ سے نجات پاکر معرفت کامل کے درجہ تک پہنچ جائے اور کسی طرح کی نابینائی اور کور باطن اور بے مہری اور بے وفائی باقی نہ رہے بلکہ خدا کو کامل طور پر شناخت کرکے اور اس کی خالص محبت سے پُر ہو کر مرتبہ وصال الٰہی کا جسمیں اسکی سعادت تامہ ہے پالیوے اور حصول کا سیدھا راستہ ایک ہی ہو سکتا ہے اور ہے۔ (۵) جو نمونہ دیا گیا ہے ان میں صرف خدا تعالیٰ کے حُسن کا ذکر ہے۔ لیکن انسانی فطرت میں داخل ہے کہ خوف سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ جزا سزا کے قائل ہی نہیں۔ (۶) جب تک الفاظ مقرر نہ ہوں مقابلہ کس طرح کیا جا سکتا ہے اس طریق سے تو بہتر تھا کہ یہ کہدیا جاتا کہ خدا کے ملنے کے لئے کچھ پڑھ لیا کرو۔ (۷) دھیان بغیر الفاظ کے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ محض خیال بغیر الفاظ کے نہ موثر ہے نہ معنی رکھتا ہے۔ (۸) خشوع پیدا کرنے کا نہ ظاہری سامان ہے نہ باطنی۔ (۹) ہفتہ واری اُپاسنا میں سب کا ملکر بولنا شور بے ہودہ ہے۔ متانت اور ادب کے خلاف ہے۔ بچوں کا طریق ہے۔ (۱۰) اُپاسنا کا وقت مقرر ہی نہیں۔ کوئی پابندی نہیں۔ حالانکہ مختلف اوقات کا انسان کے قلب پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ جس کو بالکل مدِ نظر نہیں رکھا گیا۔ (۱۱) صرف ایک دفعہ اُپاسنا کرنا بہت تھوڑا ہے۔ خصوصاً جبکہ مقدار ہی مقرر نہ ہو دین مقدم چاہیئے تھا لیکن وقت کے لحاظ سے ہرگز نہیں۔ (۱۲) اثر اور نتیجہ کچھ بھی نہیں۔

زرتشت:۔ صبح اُٹھکر اوستا پڑھنا۔ وضو کرکے اگر پانی نہ ہو تو تیمم کرلینا۔ ہر شب آگ جلانا۔ لکڑی کی کھال اُتار کے جلاتے ہیں اوپر سے چربی ڈالتے ہیں۔ سورج کو دن میں تین دفعہ پوجنا۔ چاند کو رات کے وقت پوجنا۔

نقائص:۔ (۱) اول یہ کہ سورج۔ زمین چاند آگ وغیرہ خدا نہیں کہ ہم پوجا کریں۔ (۲) اپنی ذات میں یہ سب کچھ کچھ بھی نہیں اور ہمیں ان سے کوئی فائدہ نقصان کی امید نہیں۔ اس لئے۔ اگر فائدہ اور نقصان ہی بنا رہے تو ہر چیز خدا ہے۔ (۳) بلکہ یہ انسان کے فائدے کے لئے ہیں اور اس کے ماتحت ہیں۔ (۴) اگر ان کا عبادت میں حق ہے تو پھر انسان کو تو اس سے بڑھکر ہوگا جو ان پر حاکم ہے (۵) انسان کو

کو چاہیئے کہ ایک طرف تو ان چیزوں سے جسمانی فائدے اُٹھائے اور دوسری طرف قانون قدرت پر غور کرے کہ جب ہمارے جسم کے لئے خدا نے اتنا سامان پیدا کیا ہے تو ہماری روح کے لئے کیا ہو گا نہ یہ کہ ان ہی اپنی مرادیں مانگنی شروع کر دے۔ یہ تو اشارے ہیں۔ جیسے منزل کے لئے میل۔(۲۶) ان سے محبّت نہیں ہو سکتی۔

جیین مت۔ رتن سار صفحہ ۵۲۔ ہم جل۔ چندن۔ چاول۔ پھول۔ دھوپ۔ میوہ۔ کپڑے سے جن باندر یعنی تیر تھنکروں کی پوجا کریں۔ دِ ویک سار صفحہ ۵۱۳۔ مورتی پوجا سے مُکتی ہوتی ہے۔

سناتن دھرم:۔ **پوتری**۔ ہتھیلی میں پانی لیکر اپنے جسم پر چھڑکنا۔ اور یہ الفاظ بولتے ہیں "ہر ایک حالت میں رہتا ہوُا انسان جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ روحانی اور جسمانی پاکیزگی کو حاصل کر لیتا ہے"۔ یہ کہکر **نیّت**۔ نیت کرتے ہیں کہ سندھیا کرنے لگا ہوں۔ الفاظ ہیں۔ آج فلاں تاریخ فلاں گوت کا فلاں نام کا سندھیا کرتا ہوں۔

آسن شودھن۔ جائے عبادت کو پانی سے صاف کرنا۔ پانی چھڑک کر۔ (اُون یا گھاس یا قالین کا مصلی بچھانا) "اے زمین تُو نے اس دنیا کو اُٹھایا ہوُا ہے اور تُو خدا سے اُٹھائی ہوئی ہے۔ ایسا تُو مجھے اُٹھا اور میرے آسن کو پاک کر" اس کے بعد بیٹھ جانا۔

آچمن اور چوٹی کو گانٹھ دینا۔ بائیں طرف گھاس کشا کے تین تنکوں کو لیکر اوم کار بولکر اور گایتری کا منتر پڑھکر چوٹی کا باندھنا اور سورج کی طرف مُنہ کر کے آچمن تین دفعہ کرنا اور یہ منتر پڑھنا۔ پوتر جل پیدا ہوتا ہے۔ عبادت سے۔ اور اسکے بعد اندھیرا ہوتا ہے اور اسکے بعد سمندر۔ سمندر سے سال اور پھر دن رات اور سورج اور چاند ان کو پیدا کرتا ہے وہ خدا پہلے کی طرح۔ آسمان کو زمین کو پیدا کرتا ہے۔ اور سورج کے جہان کو پیدا کرتا ہے۔ یہ کہکر آچمن کرے (تین دفعہ)

پرانا یام۔ آنکھیں بند کر کے ناس دبا کر خاموش ہو کر تین دفعہ پرانا یام کرنا:۔

۱۔ پورکھ ۔ وِشنو کا دھیان کرے شکل

۲۔ کمبک۔ برھما کا 〃 〃

۳۔ ریچک۔ شِو کا 〃 〃

ہر دفعہ دل میں گایتری منتر پڑھتے ہیں۔

اوپستھان۔ پانی سے تمام جسم کو چھونا اور یہ منتر پڑھنا:۔ "سورج پاپوں سے بچائے اور جو میں نے رات میں دل سے پانی سے اور ہاتھوں سے پاؤں سے پیٹ سے پاپ کیا ہے (وقت تبدیل کر کے)

رات میرے پاپوں کو دور کرے اور جو میرے پاپ ہیں ان تمام کو میں ہون سے دور کرتا ہوں۔

مارجن ۔ پانی کو تمام جسم کے ساتھ چھونا اور منتر پڑھنا۔

یہ جل مجھے تندرستی دے یہ جل مجھے طاقت دے ۔ میرے رعب کو بڑھائیے یہ جل میری تمام برائیوں کو دور کرے۔ (باقی دارد)

اخلاق فاضلہ

(نمبر ۳)

(پہلے سلسلہ کے لئے دیکھو ریویو ماہ)

نفس لوامہ میں آنا اور اسے ترقی کرکے نفس مطمئنہ میں جانا

انہی باتوں پر کرنے سے ہی ہر وہ شخص جو نفس امارہ کی قید میں ہو۔ اس قید سے رہائی پاکر نفس لوامہ میں آسکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ نفس لوامہ اگرچہ نفس امارہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ مگر پھر بھی ایسا اعلیٰ نہیں ہے کہ کوئی شخص اسی درجے پر ٹھیر کر ہی گمان کر بیٹھے کہ جو کچھ میں نے حاصل کرنا تھا۔ حاصل کر لیا۔ بلکہ ایسے نفس میں بھی بہت سی برائیاں اور بدیاں پائی جاتی ہیں۔ صرف فرق اسی قدر ہے کہ اس نفس میں تو احساس تھا ہی نہیں۔ لیکن نفس لوامہ میں کچھ حس پیدا ہو جاتی ہے وہ بدیاں کرتا تھا اور خوش ہوتا تھا۔ مگر یہ بدیاں کرتا ہے اور افسوس کرتا ہے۔ دونو کی حالتوں میں فرق تو ہے۔ مگر یہ بھی بدیوں سے بکلی پاک وصاف نہیں ہوتا۔ ابھی اس میں بھی بہت سی کمی باقی ہوتی ہے۔ جس کمی کو پورا کرکے یہ نفس مطمئنہ تک پہنچ سکتا ہے۔ سو پوری ترقی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ایسا شخص ان رستوں پر چلے جن کو اختیار کرکے وہ اپنے مقصد اور مدعا کو پاسکے۔ اگر تو اس نے عمل کرنا شروع کردیا۔ تو اس میں اسی کا ہی فائدہ ہے۔ وہی اس کے ثمرے سے خوش ہوگا۔ لیکن اگر وہ عمل نہ کریگا۔ تو پھر اپنی اسی بیماری سے صحت نہیں حاصل کرسکیگا۔ ظاہر ہے کہ جب تک ایک بیمار طبیب کی بتلائی ہوئی دوائی کو استعمال نہ کریگا۔ اس وقت تک خالی اس کا بتلا دینا ہی بیمار کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ بیمار تو جبھی شفا پائیگا۔ کہ جب وہ اس نسخے کو لیکر استعمال کرے۔ پس اسی طرح روحانی بیماروں کے لئے بھی جو دوائیاں اور نسخے بتلائے جائیں۔ بیماروں پر فرض ہے کہ وہ ان کو استعمال کریں۔ صرف سن لینے سے ہی کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ پس نفس لوامہ والا شخص نفس مطمئنہ تک پہنچنے کے لئے انہی ذرائع کو استعمال کرے کہ جن کے بغیر وہ وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔

ترقی کا پہلا ذریعہ

سو اس حالت سے ترقی کرنے کے لئے پہلا ذریعہ وہی ہے۔ کہ جو ہم دنیا میں کسی بیمار یا کمزور عضو کو مضبوط اور طاقتور کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ وہ طریقہ کیا ہے وہ یہی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اگر زید کا دایاں بازو کمزور ہے۔ اس میں قوت کم ہے۔ اور اب وہ چاہتا ہے۔ کہ اس میں بھی خوب طاقت آجائے۔ اور وہ بھی مضبوط ہو جائے۔ تا وہ اس ہاتھ سے بھی دنیا کے اکثر کام بخوبی سرانجام دے سکے۔ تو اسکے لئے ضروری ہوگا۔ کہ وہ اس ہاتھ سے اکثر کام کرنے شروع کرے۔ اس ہاتھ کو ہلائے۔ اور اس ہاتھ سے خوب ورزش کا کام لے۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اس کا بازو اس کام کے کرنیکی وجہ سے قوت پکڑنا شروع کردیگا۔ اور رفتہ رفتہ بیکار ہاتھ کام کرنے لگ پڑیگا۔ اسی طریقے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نفس لوامہ سے ترقی حاصل کرنیوالے کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ چونکہ نیکی میں کمزور ہوتا ہے۔ نیکی اچھی طرح اس کے دل میں گڑی ہوئی نہیں ہوتی۔ اور بدی کا قبضہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے۔ کہ وہ کمزور قوت کو یعنی نیکی کو بڑھائے۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیکی کی قوت کو نیک کاموں میں صرف کرے۔ ملائکہ نیک اور اچھے کاموں کی تحریکیں کرتے ہیں۔ اس لئے ایسے شخص کو چاہیئے۔ کہ جب بھی اس کے دل میں کسی نیکی کا خیال آئے۔ تو وہ اس وقت سستی نہ کرے۔ بلکہ خوب چستی سے اس کام کو کرے اور پھر جب اس کے دل میں اور نیک کام کی تحریک پڑے تو جھٹ اس کام کو کرے۔ اس تحریک کو ضائع جانے نہ دے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اور زیادہ تحریکیں کرینگے۔ اور جب یہ ملائکہ کی تمام تحریکوں پر سختی سے اور اپنے نفس کے اوپر جبر کرکے عمل کریگا۔ تو ان کی طرف سے اور بھی بڑھ کے اچھے کاموں کی تحریکیں شروع ہو جائینگی۔ اور آخر یہ ہوگا کہ نیکی کی قوت اس میں بڑھ جائیگی اور بدی کی کم۔ اور اس طرح سے وہ اپنے نفس پر قابو حاصل کرلیگا۔ اور جب کبھی بدی کی شیطان کی طرف سے تحریک ہوگی۔ تو وہ خوب زور سے اسکو ہٹا ئیگا۔ اور اپنے آپ کو اس کے اثر سے بچائیگا۔ پس یہی طریقہ ہے۔ جس سے کمزور قوت طاقت پکڑ جاتی ہے۔ اور یہی طریقہ ہے جس سے وہ ہر وقت نفس لوامہ کے اثر سے محفوظ رہ سکتا ہے ؛

(باقی آئندہ)

کمالاتِ احمدیہ

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے عمر بھر کے مایۂ ناز اعتراضوں کا خلاصہ ایک رسالہ بنام شہادات مرزا میں جمع کر دیا ہے اور اس کے جواب پر ایک ہزار روپیہ انعام مقرر کیا۔ بتائید الٰہی اس کا جواب شائع ہو گیا ہے ایک جلد کے لئے ۶/۔ کے ٹکٹ ایک روپے کے تین۔ جو اصحاب شروع سال سے تین روپے پیشگی دیکر ریویو کے خریدار بن جائیں۔ انہیں یہ رسالہ مفت ہی پڑ جائے گا۔ مینیجر ریویو اردو قادیان

طاعون عذاب الٰہی

آجکل طاعون کا دَورہ شروع ہے اس لئے مَیں اپنے اہل وطن کو سُناتا ہوں کہ یہ وہ عذاب ہے جس سے پہلی قومیں ہلاک کی گئیں قرآن شریف - احادیث - وغیرہ کتب میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے - سنو!

(۱) فانزلنا علے الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون پ۱ انپر طاعون پڑا یعنی وبا پھوڑے کی" موضح القرآن - (۲) الطاعون رجز ھو عذاب انزل علی من امروا بدخول الباب سجدا فخالفوا فمات منھم فی الساعۃ اربعۃ وعشرون الفا مجمع البحار یعنی طاعون رجز ہے (۳) انہ کان عذابا (طاعون عذاب ہے) (۴) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھو عذاب اَو رجز ارسلہ اللہ تعالی علے طائفۃ من بنی اسرائیل (مسلم) (۵) ان ھذا الطاعون رجز سلط علے من کان قبلکم (مسلم) آنحضرت صلعم نے فرمایا طاعون رجز ہے اور یہ عذاب ان لوگوں پر بھیجا گیا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں -

جب قرآن شریف اور احادیث سے طاعون کا عذاب ہونا ثابت ہوگیا تو اب اس بات کو سوچنا چاہیئے کہ عذاب دنیا میں کس وقت آتے ہیں اس کے سمجھنے کے لئے آیات ذیل کو پڑھو (الف) وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (پ۱۵/۲) ہم نہیں عذاب دیتے جب تک رسول مبعوث نہ کریں (ب) وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا (ت) تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے مرکز میں رسول مبعوث نہ کرے (ج) وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباساء والضراء لعلھم یضرعون (پ۹) اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو سختی اور مصیبت میں مبتلا کیا تا وہ گڑگڑائیں (د) ولکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون (پ۱۱/۱۰) اس آیت کی تفسیر میں مصنف تفسیر محمدی لکھتے ہیں :- "نبی اون تھیں پیش بھی کردے کفر شرک ہر پایاں + پر نبی آون ہتیں اسگے رب نہ مارے عوض کمایاں + جاں آوے نبی تے راہ دکھاوے اوہ فرمنن ناہیں + تاں نال انصاف سوا ظلموں رب کرے ہلاک تداہیں" چونکہ اس زمانہ میں عالمگیر عذاب طاعون، جنگ، قحط کی صورت میں نمودار ہوا اسلئے بموجب حکم آیات مرقومۃ الصدر کے ماننا پڑا کہ کوئی خدا تعالی کا بندہ مبعوث ہو چکا ہے جب ہم اس کی تلاش میں نظر دوڑاتے ہیں تو ایک ہی شخص ایسا نظر آتا ہے جس نے

قادیان میں دعویٰ کیا کہ میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور بذریعہ اشتہار اس عذاب کے آنے سے پہلے لوگوں کو خبر دی کہ "خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے" دیکھو اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء۔ نہ صرف طاعون کے آنیکی خبر دی بلکہ دنیا کو للکار کر سنا دیا کہ "خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے انی حافظ کل من فی الدار واحافظك خاصة کہ میں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا اور خاصکر تجھے" چنانچہ آجتک خدا کے اس مرسل کا گھر طاعون سے محفوظ ہے۔ پس اسکے دعویٰ کے بعد دنیا میں خطرناک عذابوں کا ظاہر ہونا جیسا کہ گذشتہ انبیاءؑ کے زمانہ میں عذاب آئے اور ان عذابوں کے ظہور سے پہلے خدا تعالیٰ سے خبر پاکر لوگوں کو آگاہ کرنا اور جو وعدہ حفاظت کا خدا نے اس کے ساتھ کیا اسکے مطابق اس کا اور اسکے گھر کا طاعون سے محفوظ رہنا۔ دوستو یہ باتیں اسکے منجانب اللہ ہونیکا ثبوت ہیں جب خدا کے اس برگزیدہ نے دنیا کو فسق و فجور میں مبتلا پاکر یہ دعا کی "فلما طغی الفسق المبید بسیلہ تمنیت لوکان الوباء المتبر" تو اس دعا کے بعد غافلوں کو ہوشیار کرنے کے لئے خدا نے طاعون کی وبا بھیجدی۔ اب اسکے منکروں سے کوئی ہے جو اپنی دعا یا کشف و الہام کی بنا پر یہ دعویٰ کرے کہ طاعون کی بیماری سے یہ ملک پاک ہو جائیگا۔ اگر مقابلہ کی کسی میں ہمت نہیں تو پھر ایک صادق کو مفتری خیال کرنا کس قدر ظلم ہے کیا کبھی ایسا ہوا یا ہو سکتا ہے کہ کاذب کی دعا سے خدا صادق کو ہلاک کرے۔ ہرگز نہیں۔ پیارے بھائیو! قادیان میں آنیوالا وہی مہدی معہود اور مسیح موعودؑ ہے جس کی انکار کی وجہ سے خدا نے دابۃ الارض یعنی طاعون کا کیڑا ظاہر فرمایا۔ ذیل میں چند حوالے اس کیڑے کے متعلق لکھے جاتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیے۔

اوّل سورۃ النحل پارہ ۲۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا وقع القول علیهم اخرجنا لهم دابة من الارض تكلمهم ان الناس كانوا بآیتنا لا یوقنون۔ یعنی جب انپر فرد جرم لگ جائیگا تو ہم زمین میں سے ان کے لئے ایک کیڑا نکالینگے جو ان کو زخمی کریگا اس لئے کہ یہ لوگ ہمارے نشانوں پر یقین نہ کرتے تھے۔ دابہ کے معنی کیڑا۔ قرآن مجید میں ہے ما دلّهم علىٰ موته الا دابة الارض تاكل منساته۔ سلیمان کی موت کی اطلاع نہ دی مگر زمینی کیڑے نے جو اسکا عصا کھا رہا تھا تکلم الناس کے معنی سمجھنے کے واسطے مجمع الکرام صفحہ ۴۵۴ میں اس عبارت کو پڑھو بعد بعضے گفتہ اند مشتق از کلم ست

بمعنی جرح و زخم و تفصیل برائے تکثیر باشد و مؤید ست قرأت دے تکلمھم بفتح و سکون)) پس آیت میں طاعون کی پیشگوئی ہے اور اذا وقع القول علیھم کا فقرہ بھی چاہتا ہے کہ اتمام حجت کے بعد یہ عذاب ہو سو مسیح موعود کے آنے سے حجت پوری ہو چکی۔ دوم۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ فناء امتی بالطعن والطاعون قیل یا رسول اللہ ھذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال وخز اعداءکم من الجن.... اخرجہ احمد۔ یعنی فنا ہونا میری اُمّت کا طعن اور طاعون سے ہے کہا گیا کہ یا حضرت اس طعن کو تو ہم نے پہچانا۔ مگر طاعون کیا ہے فرمایا وہ زخم ہے تمہارے دشمن جنّوں کا.... کہا اہل لغت نے کہ وخز زخم ہے جبکہ پار نہ نکلا ہو۔ اور وصف کیا گیا زخم جنوں کا ساتھ اسکے کہ وہ وخز ہے اسواسطے کہ وہ واقعہ ہوتا ہے باطن سے طرف ظاہر کے اوّل اندر تاثیر کرتا ہے پھر باہر تاثیر کرتا ہے (فیض الباری) جنّ پوشیدہ چیز کو کہتے ہیں طاعون کے کیڑے بھی بغیر خورد بین کے نظر نہیں آتے غور کرو کس زمانہ میں جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون کے باریک کیڑوں کی خبر دی جن کا آج دنیا کو علم ہُوا۔

سوم۔ ابوہریرہ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یدخل المدینۃ المسیح الا الطاعون (بخاری) فرمایا آنحضرت صلعم نے نہ داخل ہوگا مدینہ میں دجال اور نہ طاعون۔ یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طاعون کا دجّال کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔ یہ جوڑ بتا رہا ہے کہ آخیر زمانہ میں جب لوگ فتن دجالیہ میں مبتلا ہو کر فسق و فجور میں غرق ہو جائینگے تو انکے سمجھانیکے لئے خدا تعالیٰ مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمائیگا لوگ بجائے اس کے کہ اس ناصح اور خیر خواہ کی بات کو قبول کریں اُلٹے اسپر اعتراض اور طعن کرینگے تب ان طعن کرنیوالوں کے جواب میں خدا تعالیٰ طاعون بھیجے گا۔ مسیح موعودؑ فرماتے ہیں قضی اللہ بیننا ان الطعن بالطعن فذلک طاعون اتاھم لیبصروا۔ اس حدیث سے حضرت مسیح موعودؑ کے الہام۔ انی احافظ کل من فی الدار۔ کی سچائی کا ثبوت ملتا ہے۔ سوائے نبی کے ایک مفتری میں یہ ہمت کہاں جو ایسا دعویٰ کر سکے۔ چہارم دابۃ الارض کے متعلق لکھا ہے۔ "از ابن زبیر مرویست کہ وصف کردہ دابہ را و گفت سرش سرگاؤ ست و چشم او چشم خوک.... و گردن نعام یعنی شتر مرغ.... و خاصرا و یعنی میان تہی خاصر گربہ (حجج الکرامہ صفحہ ۵۵) بیماری وبا کو مختلف شکلوں میں دکھایا گیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلعم نے وبا کو سیاہ عورت پراگندہ بال کی شکل میں دیکھا (کان امرأۃ سوداء ثائرۃ الرأس) اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۵ میں عبد الرحمن بن السائب کا طاعون کو دراز گردن شتر کی صورت میں دیکھنے کا واقعہ درج ہے۔ ابن عمر نے کہا۔ انھا دغباء ذات وبر و ریش یعنی صاحب موئے زرد کو چہ مست [illegible] زردی کی تعبیر بیماری ہے جب لوگ نیک اعمال کو چھوڑ۔ شہوت۔ بدنظری غضب میں سوروں سے بھی بڑھ گئے اور علماء سوء نے نفس کی خاطر چوہوں کی طرح خدا کی کتاب کو کترنا شروع کر دیا جیسا کہ جناب مخبر صادق صلعم نے

حدیث ذیل میں ان کی حالت کو بیان فرمایا۔ عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
فقدت امة من بنی اسرائیل لا یدری ما فعلت وانی لا اراھا الا الفار اذا وضع لھا
البان الابل لم تشرب واذا وضع لھا البان الشاء شربت (بخاری) فرمایا بنی اسرائیل
سے کچھ لوگ غائب ہوگئے میں سمجھتا ہوں وہ چوہا بن گئے جب اس کے آگے اونٹ کا دودھ رکھا جائے
تو نہیں پیتا بکری کا دودھ رکھو تو پی جاتا ہے۔ بنی اسرائیل سے ایک گروہ کے گم ہونے میں یہ اشارہ پایا
جاتا ہے کہ ان کی خوخصلت پر آخیر زمانہ میں کچھ ایسے علماء پیدا ہونگے جو البان الابل یعنی عرب کے ملک میں
جہاں اونٹ ہوتے ہیں پیدا ہونے والے نبی صلعم کی اصل تعلیم کو چھوڑ دینگے اور البان الشاء یعنی بنی
اسرائیل کی غلط روایات پر جو فیج اعوج کے زمانہ میں اسلامی کتب کے اندر داخل کی گئیں اپنے دین کی
دارومدار رکھ کر قرآن شریف کو پس پشت ڈال دینگے تو ایسے وقت میں خدا نے زمین سے ایک کیڑا نکالا
جس سے پہلے چوہے مرتے ہیں جو اس بات کی نشانی ہے کہ البان الابل سے نفرت کرنیوالوں چوہوں کی
اب ہلاکت کا وقت آگیا۔ یہ خیال کہ بنی اسرائیل کے دین میں اونٹ حرام تھا اس واسطے چوہا اونٹ کا
دودھ نہیں پیتا جیسا کہ مترجم بخاری نے لکھا ہے دین اسلام کے مخالفوں کو سجھاتا ہے کیونکہ چوہے
جیسے حیوان کو حلال۔ حرام سے کیا کام ہیچ۔ حدیث شریف میں آتا ہے فاذا ارض یابسة حولھا
رمل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخرج الدابة من ھذا الموضع (ابن ماجہ) راوی
کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک خشک زمین کو جسکے گرداگرد ریتی تھی دیکھ کر فرمایا دابۃ الارض یہاں سے
نکلے گا۔ آج دابۃ الارض کے نکلنے سے معلوم ہوا کہ ارض یابسہ سے مراد دلوں کی زمین تھی جب بالکل
خشک ہوگئی اور اس میں نیک اعمال کی زراعت کا بیج بونیکے لئے تری کا نام ونشان نہ رہا اور ہر طرف زنا
بدکاریوں کی ریتی ہی ریتی جمع ہوگئی تو بموجب حکم۔ لم یظھر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بھا
الا فشی فیھم الطاعون (ابن ماجہ) کے دابۃ الارض (طاعون کے کیڑے) نے نکل کر زخمی کرنا شروع
کردیا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں "خور تاباں سیاہ گشتہ وست از بدکاری مردم + زمیں طاعوں ہمے آرد پئے تخویف و انذارے"
مولانا روم لکھتے ہیں "ابر ناید از پئے منع زکوٰۃ + وز زنا خیزد وبا اندر جہات" چشم اور چشم خوک۔ میں اسی بدکاری
کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ دابہ قوم لوط کی بستی سے نکلیگا
"و بعض روایت ست کہ ۔۔۔ بیروں آید از مدینہ قوم لوط" (صفحہ ۴۵۶) قوم لوط کی بیحیائی مشہور ہے۔
دوسری روایت میں آتا ہے "ابن عمر از آنحضرت صلعم آوردہ کہ فرمودہ مینم جائے را کہ بیروں آید از وے
دابہ و آں جائے روبروئے سنگافے ست کہ در صفا ست" (۲) مصنف احوال الآخرۃ نے اسی روایت کو

نظم میں لکھا ہے :- "صفا پہاڑی پاس مکے دے پاڑ پھونچالوں جاوے ۔ اوہ نادر شکل اچنبا صورت زمیوں باہر آوے" مکہ کا صفا پہاڑ۔ اسلام۔ اس پر جو زلزلہ آیا وہ ظاہر۔ خسگاف یعنی مختلف فرقوں کے وقت دابہ کا خروج ہوا۔ تیسری روایت میں ہے ہر بستی سے نکلیگا۔ وقد قیل تخرج فی کل بلد (") قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذابا شدیدا۔ لکھا ہے کہ دابہ نکل کر غائب ہو جائیگا پھر نکلیگا۔ "یکبار از قصائے بادیہ برآید.... و داخل نشود ذکر او در قریہ یعنی مکہ باز پنہاں ماند زماں دراز بار بیروں آید..... و در آید ذکر او در قریہ") طاعون کی وبا حضرت مسیح موعود کے الہام۔ افطر و اصوم کے مطابق غائب ہو کر پھر ظاہر ہو پڑتی ہے اور انہ اوی القریۃ۔ کی وحی کی سچائی کو ظاہر کرنیکے واسطے اس کا ذکر قریہ میں بھی ہوا"۔ اوی کا لفظ عرب کی زبان میں اس موقعہ پر استعمال پاتا ہے جبکہ کسی قدر تکلیف کے بعد کسی شخص کو اپنی پناہ میں لیا جائے" حقیقۃ الوحی۔ "دابہ سے لوگ بھاگیں گے" در روایتے آمدہ فاد فض ای تفرق الناس عنھا شتی ومعا (صفحہ ۴۵۵) دابہ کو کوئی ڈھونڈنیوالا پانہ سکیگا" لن یدرکھا طالب (۴۵۴ " ") یعنی عذاب طاعون سے بچنے کے لئے لوگ علاج تلاش کرینگے مگر ناکام رہینگے۔ دابہ نشان لگائیگا (و تسم الکافر واکتۃ) اس کی تشریح آگے بیان کی جائیگی۔ وکت کے معنی پُر کرنیکے بھی ہیں اس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ طاعون کے واسطے ٹیکا تجویز کیا جائیگا۔ جلدی پچکاری کو دوا سے پُر کر کے جسم کے اندر دوائی داخل کی جاتی ہے وہاں خفیف سا نشان بھی کچھ عرصہ قائم رہتا ہے دابہ کے سبب ٹیکا کا علاج نکالا گیا اسواسطے دابہ کو تسم کا فاعل قرار دیا گویا دابہ نے نشان لگایا۔ دابہ کے ہاتھ بوزنہ کی طرح ہونگے" دستہایش چوں دست ہائے بوزنہ " (" ۴۵۴) اوپر گذرا کہ " چشم او چشم خوک" بنی اسرائیل کے حق میں۔ قردۃ وخنازیر آیا ہے۔ اشارہ کہ مثیل بنی اسرائیل کے وقت اسکا خروج ہوگا۔ مترجم ابن ماجہ لکھتا ہے کہ دابہ حقیقت میں فرشتہ ہوگا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرشتہ کیا سؤر۔ بندر کی شکل اختیار کریگا تو اس کا جواب بجز اسکے کیا ہو سکتا ہے کہ یہ لوگوں کی اپنی عملی حالت ہے۔ دابہ چاشت یعنی ایسے زمانہ میں نکلیگا جس کو لوگ روشنی کا زمانہ کہینگے (خروج الدابۃ علی الناس ضحی (ابوداؤد) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ او امن اھل القریٰ ان یاتیھم باسنا ضحی وھم یلعبون ۔ لہو و لعب اور عیش و طرب میں جس قدر لوگ اسوقت مشغول ہیں بیان کرنیکی ضرورت نہیں۔ دابہ شیطان کو ہلاک کریگا" "بکشد ابلیس را و بشکند او را" (۴۵۶) جہاں طاعون اپنا ڈیرا لگاتے ابلیس کا وہ زور نہیں رہتا وقت قریب ہے کہ آخری زمانہ کا آدم موت کے ہتھیار سے

ابلیس اور اس کے لشکر پر فتحیاب ہو۔ دابہ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی مہر ہوگی۔ فتجلوا وجہ المؤمن بالعصا وتختم انف الکافر بالخاتم (ابن ماجہ) عصا سے مومن کا منہ روشن کردیگا اور مہر سے کافر کی ناک پر نشان لگا دیگا۔ یعنی دابہ کا نکلنا ایک ایسے نبی کی سچائی کا نشان ہوگا جس کو خدا اپنی وحی میں موسیٰ۔ سلیمان وغیرہ انبیاء کے ناموں سے پکاریگا اور جو خدا تعالیٰ سے خبر پاکر دنیا کو دابہ کے نکلنے کی خبر دیگا کہ عذاب آنیوالا ہے جس سے میرے ماننے والوں کے چہرے روشن اور انکار کرنیوالوں کے منہ کالے ہوجائینگے۔ یہ ایک محاورہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے مقابلہ میں کسی بات میں جھوٹا ثابت ہو تو کہتے ہیں اس بات نے اس کا منہ کالا کر دیا ہے۔ ناک پر داغ لگانے میں اشارہ ہے کہ انکار کرنیوالے بڑے بڑے مولوی۔ اور گدی نشین جو قوم میں بمنزلہ ناک کے سمجھے جائینگے اس نشان کی وجہ سے سخت شرمندے اور ذلیل ہونگے گویا دابہ نے اپنے ہاتھ سے ان کے منہ پر سیاہی لگادی اُمّت سے ظاہر ہونیوالے عیسیٰؑ نے جسکو خود جناب خاتم النبیینؐ صلعم نے اپنی زبان مبارک سے نبی اللہ فرمایا۔ دیکھو کس زور کے ساتھ طاعون کی پیشین گوئی اپنے منکروں کے سامنے پیش کی کہ میں دیکھتا ہوں خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں طاعون کے سیاہ درخت لگا رہے ہیں۔ اب مولویوں اور ادلیائی کا دم بھرنیوالے فقراء کو چاہیئے کہ اپنی دعاؤں سے اس عذاب کو ملک سے دُور کریں ورنہ دابہ نے جو سیاہ داغ ان کی ناکوں پر لگایا اس سیاہی کو یہ لوگ مٹا نہیں سکتے ایک روایت میں آتا ہے۔ حتیٰ ان الرجل لیعوذ منھا بالصلوٰۃ فتاتیہ من خلفہ... فتمہ فی وجہ.... تا آنکہ مردے پناہ بنماز بردہ باشد وے از پس او آمدہ.... دررویے او داغ دہد (ص ۲۵۵ ح) درروایتے آمدہ کہ بیاید کافر او وے نماز میگذارد در مسجد.... بنویسد میان ہردو چشم او لفظ کذاب (ص ۲۵۶) تا آنکہ بریک دسترخوان جمعے بنشینند ایمان وکفر ہریکے بردیگرے ہویدا باشد (ص ۲۵۷) یہ ظاہر ہے کہ مشہور کافر نہ مسجد میں آکر نماز پڑھتے اور نہ مسلمانوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھتے ہیں دابہ نے جن نمازیوں کے منہ پر کفر کا داغ لگایا اور کذاب کا لفظ لکھا وہ مسیح موعودؑ کو کافر اور کاذب کہنے والے یہی آجکل کے مسلمان ہیں۔ حضرت اقدسؑ نزول المسیح کے صفحہ ۲۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اور اسی وحی کے ساتھ صفحہ ۲۰۷ میں یہ خدا کا کلام ہے تلطف بالناس وترحم علیھم وانت فیھم بمنزلۃ موسیٰ یعنی لوگوں کے ساتھ رفق اور نرمی کر اور ان پر رحم کر تو ان میں بمنزلہ موسیٰ کے ہے۔.. جب قوم اسرائیل کے مفسد کسی طرح درست نہ ہوئے تو آخر خدا نے موسیٰؑ اپنے بندہ کی حیات میں ہی ان کو طاعون سے ہلاک کیا

.... سواسی کی طرف یہ اشارہ ہے کہ تو موسیٰ کی طرح صبر کر آخر ہماری طرف سے تنبیہ نازل ہوگی۔" پس اے میرے دوستو بھائیو اس موسیٰؑ کی سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے دابۃ الارض حضرت موسیٰؑ کا عصا ہاتھ میں لیکر آج تمہارے صوبہ میں دورہ کر رہا ہے۔ عصا کے معنی جماعت کے بھی ہیں اگر تم چاہتے ہو کہ نور ایمان سے تمہارے چہرے منور ہوں تو اس موسیٰؑ کو مان کر اس کی جماعت میں داخل ہو سو یہ وہی خدا کا نبی ہے جس کی نسبت جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسپر وحی بھیجے گا۔ فاحرز عبادی الی الطور (مسلم) میرے بندوں کو طور کی پناہ میں لے آ یعنی تجلیات آسمانی اور روحانی نشانوں کے ذریعہ سے ان بندوں کو ہدایت دے۔ "پس طور سے مراد چمکدار تجلیات الٰہیہ ہیں جو معجزات اور کرامات اور خرق عادات کے طور پر ظہور میں آرہے ہیں اور آئینگے اور دنیا دیکھے گی کہ وہ چمک کس طرح سطح دنیا پر محیط ہو جائیگی خدا بہت پوشیدہ اور مخفی ہے مگر جس طرح موسیٰؑ کے زمانہ میں ایک خوفناک تجلی اس نے ظاہر کی تھی یہاں تک کہ موسیٰؑ بھی برداشت نہ کر سکا اور غش کھا کر گر گیا اس زمانہ میں بھی وہ فوق العادت الٰہی چمک اپنا چہرہ دکھائیگی جس سے طالب حق تسلی پائینگے.... خدا نے جو یہ فرمایا کہ میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا یہ وہی چمکار ہے جو طور کی چمکار سے مشابہت رکھتی ہے اور اس سے مراد جلالی معجزات ہیں جیسا کہ کوہ طور پر بنی اسرائیل کو جلالی معجزات دکھائے گئے تھے.... یہ وعدہ مجھے دیا گیا کہ اگر لوگوں نے میری راہ اختیار نہ کی تو میں طاعون بھیجوں گا اور سخت مری پڑیگی اور زلزلے آئینگے اور خوفناک آفتیں ظاہر ہونگی.... ایک نئی دنیا بھی جس سے ...... اس ملک کے لوگ ناواقف ہیں اس ملک میں پھیل جائیگی اور انسان حیرت میں پڑینگے کہ کیا ہونا چاہتا ہے سو خدا فرماتا ہے کہ میں قوموں کو جو ہنسی ٹھٹھے اور توہین تکذیب میں مشغول ہیں اور سخت دل ہیں ایسا ہی دکھاؤنگا اور اپنے بندوں کو جن کی قسمت میں ایمان مقدر ہے ان جلالی معجزات کے ساتھ ہدایت دونگا......................

...... اور ان کو اس قسم کے جلالی معجزات کی پناہ میں لے آؤنگا جو کوہ طور پر دکھلائے گئے تھے۔" (تحفہ گولڑویہ)

اس تحریر کو پڑھ کر ذرا دنیا میں نظر دوڑاؤ طاعون۔ نئی بیماری (جیسے فلوانزا) جنگ۔ زلزلہ وغیرہ سے جو تباہی وقوع میں آئی کیا کوئی اس کی نظیر بتا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کو خدا نے سلیمان بھی فرمایا۔ ففھمنٰھا سلیمان (دیکھو براہین احمدیہ) سلیمان کی طرف شیاطین نے کفر کے کام منسوب کیئے۔ اس سلیمان پر بھی کفر کی مہریں لگائی گئیں جس کے جواب میں خدائے ذوالانتقام نے دابۃ الارض کو خاتم سلیمان دیکر بھیجدیا جو ان کافر کہنے والوں کو مسجدوں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر نماز کی حالت میں ان کے چہروں پر کفر کی سیاہ مہر لگا کر زبان حال سے کہ رہا ہے کہ او خدا کے نبی کو مفتری کہنے والو

یہ عذاب تمہاری تکذیب اور بدعملی کی وجہ سے بھیجا گیا۔ غرض دابہ کے ہاتھ میں عصا موسیٰ اور خاتم سلیمان ہونے کی پیشگوئی اس وقت پوری ہو رہی ہے واقعات نے جو مطلب سمجھایا یہی درست ہے ورنہ ہمارے مخالفین اوّل تو ان روایات میں تطبیق کر دکھائیں جو دابۃ الارض کے خروج کے متعلق بیان کی گئیں۔ دوم ایک حیوان تمام روئے زمین کے رہنے والوں کو کیونکر داغ لگا سکتا ہے کیا کافر۔ مسلمان اپنی وضع۔ طریق سے پہچانے نہیں جاتے جو دابہ کو صرف اس کام کے لئے بھیجا جائیگا۔ سوم۔ موضح القرآن میں لکھا ہے کہ سلیمان کی مہر میں اسم اعظم لکھا تھا پس کافر کے مُنہ پر مُہر لگانے سے اسم اعظم پڑھا جائیگا۔ کافر۔ اور اسم اعظم کا کیا جوڑ۔ چہارم۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا تابوت سکینہ کے اندر رکھا ہُوا ہے مہدی آخرالزمان اس کو نکالیگا یہود تابوت کو دیکھ کر مسلمان ہو جائینگے۔ "از انجملہ آنکہ تابوت سکینہ را از غار انطاکیہ یا از بحیرہ طبریہ برآوردہ در بیت المقدس بنہد یہود بدیدن وے مسلمان شوند اِلّا القلیل منہم (ص‍۳۶۶ حج) دوسری روایت میں ہے "در قسطنطنیہ قریب اوست بردے چہار تکبیر برآرند پس حائط او ساقط شود وازوے استخراج حلّی بیت المقدس وتابوت سکینہ ومائدہ بنی اسرائیل و پارہ ہائے الواح تورات وحلہ آدم وعصائے موسیٰؑ ومنبر سلیمان ودو قفیز از من منزل بر اسرائیل کہ از شیر سفید تر باشد بکنند" ص‍۳۷۹ یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کا جھنڈا۔ قمیص اور سیف بھی مہدی کے پاس ہوگی یعنی "با وے رائت رسولِ خدا صلعم ظاہر شود وہم قمیص وسیف او" ص‍۳۶۷

ان روایات سے معلوم ہُوا کہ حلہ آدم۔ عصا موسیٰؑ۔ منبر سلیمانؑ۔ رائت رسول خدا صلعم یہ سب چیزیں مہدی کو دیجائینگی جس کا یہی مطلب ہے کہ مہدی کا ظہور آپکی قمیص کے ساتھ یعنی بروزی رنگ میں آپ ہی کا آنا ہوگا جو کچھ پہلے انبیاء کو دیا گیا وہ سب کچھ مہدی کو بھی دیا جائیگا۔ اگر یہ سچ ہے جو مفسرین نے سکینہ کی تعریف میں لکھا ہے۔ قیل صورۃ کالھرۃ کانت معہم فی جیوشہم فاذا ظہرت انہزم اعداءہم (مجمع البحار) مجاہد سے روایت ہے کہ اس کا سر بلی کے سر کے مانند ہے (فیض الباری) سدی سے روایت ہے کہ وہ طشت وہی ہے کہ ڈالا اس میں موسیٰ نے تختیوں اور تورات اور عصا کو (۳) دابہ کے حلیہ میں اوپر بیان ہو چکا ہے "کہ خاصر او خاصر گربہ" بلی اور چوہوں میں جو دشمنی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں تو اب سکینہ کی اس تفسیر سے ثابت ہُوا کہ بلی کی شکل کی جو چیز پہلے نبیوں کے وقت ان کے دشمنوں کو بھگاتی اور ہلاک کرتی رہی گویا انبیاء کے قلوب ان کے سینوں میں نصرت اور فتح کے پانی سے دھوئے گئے اور ان کی کامیابی کا یہ نشان ہر زمانہ میں

مومنوں کے سینوں کے اندر باعث تسکین اور اطمینان رہا اِس زمانہ میں بھی حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کی مدد کے لئے وہی بلی کی صورت کی چیز جسکو فرشتوں نے اُٹھایا ہُوا ہے البان الایل سے نفرت اور الٰہی کتاب کو کترنیوالوں چوہوں کو بھگانے اور ہلاک کرنیکے واسطے خدا نے بھیجدی ہے جس سے مومنوں کے دلوں میں خدا کے مرسل کی صداقت کو دیکھ کر تسکین اور رحمت کا نزول ہو رہا ہے مبارک وہ جو اس راز کو سمجھے۔ **ششم**۔ حدیث شریف میں آیا ہے مسیح موعودؑ کی دعا سے اللہ تعالےٰ پھوڑے (طاعون) کا مرض بھیجے گا۔ فیرسل اللہ علیھم النغف فی رقابھم (ابن ماجہ)

ھفتم۔ عن الحسین بن سعید عن صفوان بن یحییٰ عن عبد الرحمٰن بن الحجاج عن سلیمان ابن خالد قال سمعت ابا عبد اللہ یقول قیام القائم موتان موت احمر و موت ابیض حتّٰی یذھب من کل سبعة خمسة فالموت الاحمر السیف والموت الابیض الطاعون (اکمال الدین) یعنی الامام القائم (مہدی موعود) کے وقت میں دو موتیں پڑینگی موت احمر اور موت ابیض یہاں تک کہ ۷ میں سے ۵ ہلاک ہونگے موت احمر سے مراد تلوار اور موت ابیض طاعون ہے۔

ھشتم۔ امام جعفر صادق کی روایت مہدی کے وقت خوف شدید اور طاعون ہوگا (حدیقة الخافیہ ۳۴۹)

نھم۔ مہدی کے وقت وبا طاعون اکثر نمودار ہوگی (ترجمہ مہدی نامہ قاضی القضات مولوی ارتضا علیخان)

دھم۔ احادیث کسوف سے چند اشارات بابت طاعون اور دیگر آفات (الف) بخاری میں ہے نماز کسوف سے جب آنحضرت صلعم فارغ ہوئے تو فرمایا۔ ما من شیٔ کنتُ لم اَرَہٗ الا وقد رأیتہ فی مقامی ھذا حتی الجنة والنار ولقد اوحی الیّ انکم تفتنون فی القبور مثل او قریبا من فتنة الدجال۔ یعنی جو چیزیں میں نے ابتک نہیں دیکھی تھیں وہ آج اس جگہ دیکھ لیں یہانتک کہ جنّت اور دوزخ بھی دیکھ لی اور مجھ پر یہ وحی آئی ہے کہ قبروں میں تمہاری ایسی آزمائش ہوگی جیسے دجّال کے وقت یا اس کے قریب۔ کسوف کی نماز میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنّت اور دوزخ کا آنا اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایک ایسا کسوف ہوگا جسکے وقت جنّت اور دوزخ دنیا کے سامنے پیش کی جائے گی یعنی مہدی موعود ظاہر ہوگا لوگ انکار کرینگے تب طاعون کی آگ دنیا میں بھڑکے گی۔ کسوف کی نماز میں آپ پیچھے ہٹے تھے صحابہؓ نے عرض کی رأیناک تکعکعت فرمایا دنت منی النار حتی قلت ای رب وانا معھم (بخاری) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آگ نہایت خطرناک ہوگی جس سے بچنے کے لئے ایک مومن کو بھی اپنی جگہ چھوڑنی پڑیگی (ب) گہن کی نماز میں جو آگ آنجناب صلعم کو دکھلائی گئی اس میں آپنے زیادہ عورتیں دیکھیں (ورئیت اکثر اھلھا النساء) چنانچہ کسوف۔

خسوف کے نشان کے بعد جو آگ (طاعون) ظاہر ہوئی ہر جگہ دیکھا گیا کہ عورتیں ہی زیادہ اس کا شکار ہوئی ہیں جس سے ثابت ہوا کہ قیامت کے دن بھی ایسا ہی ہوگا (ج) کسوف کے موقعہ پر آپ نے فرمایا لہ اس منظرا کالیوم قط افظع کہ میں نے آج سے بڑھکر کبھی کوئی ڈراؤنی چیز نہیں دیکھی کسوف۔ خسوف کے بعد اس زمانہ میں جو سلسلہ آفات کا شروع ہوا اس کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں ملتی۔ (د) گہن کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی خبر دیگئی کہ فتنہ دجال۔ فتنہ قبر کی طرح ہے آؤ فتنہ قبر کا حال پڑھو تا کہ فتنہ دجّال کی حقیقت معلوم ہو۔ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں۔ قبر میں فرشتہ پوچھتا ہے ما علمك بهٰذا الرجل۔ اس شخص کے باب میں تو کیا اعتقاد رکھتا تھا مومن ہو تو یوں کہتا ہے۔ محمد رسول الله جاء نا بالبیّنات والهدیٰ فاجبنا و آمنّا واتبعنا۔ اور اگر کافر یا منافق ہو تو اس طرح جواب دیتا ہے۔ لَا اَدْرِیْ سَمِعْتُ الناس یقول شیءً فقلتهٗ۔ مَیں نہیں جانتا لوگوں کو ان کے حق میں کچھ کہتے سُنا وہی بکدیا۔ یعنی لوگوں کے کہنے پر شاعر ساحر وغیرہ کہکر تکذیب اور انکار کرتا رہا فکر اور سوچ سے کام نہ لیا۔ قبر کی اس آزمائش سے معلوم ہوا کہ دجّال کے وقت بھی آنحضرت صلعم کو دکھایا جائیگا یعنی دجّالی فتنوں کو دور کرنے کے لئے آپ بروزی رنگ میں تشریف لائینگے مومنین تو آپکو پہچان کر قبول کرینگے مگر شک کرنے والے لوگوں کی باتیں سُن کر دولت ایمان سے محروم رہینگے۔ حدیث۔ سیدرکہ بعض من راٰنی۔ میں بھی یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ میرے بعض دیکھنے والے دجّال کو پائینگے یعنی جنہوں نے اُسوقت مجھکو شناخت کیا وہی فتنہ دجّال کی حقیقت کو بھی سمجھینگے پس گہن کے وقت فتنہ قبر کو ... ... مثل فتنہ دجّال فرمانا اور نعوذ وامن عذاب القبر کا حکم دینا اس میں کئی باتیں سمجھائی گئیں پہلی بات یہ کہ جیسے گہن کیوقت دنیا میں اندھیرا ہو جاتا ہے گنہگار کی قبر میں بھی اندھیرا چھا جائیگا دوسری بات یہ کہ دجّالی فتنوں کا زمانہ۔ فسق۔ فجور اور گمراہی کے اندھیروں کی وجہ سے قبر کی طرح ہوگا۔ تیسری بات یہ کہ جیسے قبر میں آنحضرت صلعم کو آزمائش کے طور پر دکھلایا جاتا ہے دجّال کے وقت بھی ایسی ہی آزمائش سے مومن۔ کافر کی پہچان کیجائیگی۔ چوتھی بات یہ کہ جس طرح دو سیاہ رنگ گربہ چشم فرشتے یعنی منکر اور نکیر (اسودان ازرقان) قبر میں میت سے پوچھتے ہیں۔ ماکنت تقول فی هٰذا الرجل۔ تو اس شخص (پیغمبر خدا) کے بارہ میں کیا کہتا تھا اسی طرح دو سیاہ نشان یعنی ایک کسوف و خسوف کا نشان اور دوسرا سیاہ درختوں یعنی بلیک[ل] ڈیتھ (کالی موت) یا

[ل] نزول المسیح صفحہ ۳۹ میں حضرت مسیح موعودؑ طاعونی کیڑوں کے متعلق لکھتے ہیں: "اور خوردبین سے ثابت ہوتا ہے کہ انکی شکل یوں (۵۵) یعنی بشکل (۵۵) دو نقطہ گویا آسمان پر بھی نشان کسوف خسوف کی شکل میں ظاہر ہوا اور ایسا ہی زمین میں۔"

کافروں کی پیشانی پر سیاہ داغ لگانیوالے دابۃ الارض کا نشان جس کا حلیہ میں اوپر بیان ہو چکا خاص اور خاص گر یہ۔ آخر زمانہ میں آنحضرت کے بروز کی نسبت پوچھینگے بتاؤ اس شخص کے حق میں کیا کہتے ہو جس کی خاطر ہم کو ظاہر ہونیکا حکم ہوا۔ نکیر کے معنی لکھے ہیں۔ بمعنی منکر۔۔ لانّ المیّت لم یعرفھما ولم یر صورۃ مثل صورتھما (مجمع) مسیح موعودؑ کے منکروں پر وہ وہ عذاب نازل ہو رہے ہیں جو انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے پانچویں بات یہ کہ جیسے قبر میں کافر میّت پر ننانوے (۹۹) زہریلے سانپ معین کیے جاتے ہیں (تسع و تسعون تنّینا) کہ اگر ان سے کوئی کسی زمین میں پھونک مارے تو وہاں سبزی نہ اُگے (ما انبتت خضرا) ایسے ہی قرب قیامت کے وقت ایسی قومیں زمین پر مسلط ہونگی جن کی پھونک یعنی کفر کی باتوں سے زمین میں ایمان کی سبزی نہ اُگے گی ان قوموں کے ساتھ بخاری کی ایک حدیث میں ننانوے (۹۹) کا عدد آیا ہے (اخرج من کل مائۃ تسعۃ و تسعین) پڑھو حال یاجوج ماجوج کا۔ چھٹی بات یہ کہ قبر میں دکھلایا جاتا ہے کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہے (مثلت لہ الشمس عند غروبھا) مومن کہتا ہے چھوڑو کہ میں نماز پڑھ لوں ایسے ہی دجال کے وقت ایک مومن کو اسلام کا سورج ڈوبتا نظر آئیگا جو اٹھکر دعا کے ہتھیار سے کام لیگا۔ ساتویں بات یہ کہ جیسے قبر میں جو شخص۔ ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم کا جواب نہ دے سکے تو اسپر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ لوہے کی گرز لیکر کھڑا ہو جاتا ہے (ثم یقیض لہ اعمی اصم معہ مرزبۃ من حدید) اگر پہاڑ پر چلائے تو پہاڑ بھی مٹی ہو جائے ایسے ہی جب لوگ بروز رسول صلعم یعنی مہدی موعودؑ کے مبعوث ہونیکے وقت اندھے اور بہرے فتنہ میں پڑ جائینگے (قال فتنۃ عمیاء صماء) یعنی اُس فتنہ کے وقت لوگ نہ حق کو دیکھینگے اور نہ سُنینگے تب مِرزبۃٌ من حدید یعنی ایک عذاب جنگ کی صورت میں نمودار ہوگا کیونکہ حدید کی نسبت آتا ہے۔ فیہ باس شدید جس سے بڑے پہاڑ (بادشاہ) مٹی کے ساتھ ملجائینگے اور اس گُرز کو چلانے والے فرشتے نہ بیواؤں کی حالت کو دیکھینگے اور نہ یتیموں کی پکار کو سُنینگے مغرب سے مشرق تک اس گُرز کی آواز پہنچیگی۔ آٹھویں بات یہ کہ جیسے یہودیوں کو سورج ڈوبنے کے بعد نبی کریم صلعم نے قبروں میں عذاب ہوتے دیکھا (خرج النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقد وجبت الشمس فسمع صوتا فقال یھود تعذب فی قبورھا) ایسے ہی بروز رسول صلعم مثیل یہود کی چیخ و پکار سُنیگا جبکہ وہ ضلالت کی قبروں میں گرے ہوئے ہونگے اور ہدایت کی روشنی کو کھو بیٹھیں گے۔ نویں بات یہ کہ جیسے قبر میں مومن کو پہلے آگ کا نظارہ دکھایا جاتا ہے ایسے ہی دجالی فتنوں کے وقت ایک مومن کو بروز رسولؐ کی شناخت کے

بعد پہلے کچھ تکلیفیں دیکھنی پڑینگی۔ دسویں بات یہ کہ جیسے آنحضرت صلعم کے چہرہ مبارک کو شناخت کرنے والے کی قبر میں چودھویں رات کی چاندنی کی طرح روشنی رہتی ہے ایسے ہی رسول اللہ صلعم کے مظہر تام۔ واللہ متم نورہ کے مصداق چودھویں صدی میں آنیوالے کو دیکھ کر جو لوگ مان لینگے ان کو ایک نور دیا جائیگا۔ جس سے ان کے گھروں میں روشنی ہوگی (تلک عشرۃ کاملۃ)

آیت لو تقول علی اللہ اور بہاء اللہ

(حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر کی روشنی میں لکھا گیا)

بہائی استدلال بہائی کہتے ہیں۔ کہ آیت لو تقول علی اللہ میں جھوٹے نبی کو تیئس سال سے زیادہ مہلت ملنے کی نفی کی گئی ہے۔ لیکن بہاء اللہ کا ابتدائی دعویٰ ۱۸۵۶ء میں ہے اور ۱۸۹۲ء میں مرا۔ گویا وہ دعویٰ کے بعد ۳۶ سال تک زندہ رہا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ وہ صادق تھا۔

جواب:۔ یاد رہے۔ کہ تقول باب تفعل سے ہے۔ جس میں تکلف ہونا ضروری ہے۔ یعنی کرنے والا وہ کام جانتے ہوئے کرے۔ تقول علیہ کے معنی ہونگے۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہ اس کا قول نہیں۔ اس کی طرف منسوب کرنا۔ اس آیت کے مصداق بننے کے لئے اسی آیت سے تین شرطیں ثابت ہیں۔ اوّل۔ وہ مدعی کلام معیّن پیش کرے جس کے متعلق اس کا دعویٰ ہو۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ دوّم۔ جانتا ہو۔ کہ یہ الفاظ کسی اور نے یا میں نے بنائے ہیں خدا کے نہیں۔ سوّم۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہ الفاظ خدا کے نہیں۔ خدا کی طرف منسوب کرے۔

اب ان معنوں اور شروط کی موجودگی میں چھ قسم کے لوگ تقول علی اللہ سے نکل جاتے ہیں۔ اوّل پاگل۔ دوّم۔ نفسانی خوابوں اور الہام والا۔ کیونکہ وہ بھی مجبور ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ یہ رؤیا خدا نے مجھے دکھایا ہے یا بد ہضمی۔ انجرہ وغیرہ کی شدّت، یا کثرت توجّہ کی وجہ سے ہے۔ سوّم۔ شیطانی الہاموں والا۔ کیونکہ وہ بھی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا۔ ہاں وہ غلطی سے امتیاز نہیں کر سکا۔ چہارم۔ وہ لوگ جو یقین رکھتے ہوں۔ کہ دل میں اچانک خیال کا نام ہی الہام ہے جیسے برہمو لوگ۔ کیونکہ وہ بھی اپنے عقیدہ کی غلطی کی وجہ سے عمداً خدا پر جھوٹ نہیں بولتے بلکہ اپنے خیال کا نام ہی الہام قرار دے لیتے ہیں۔ پنجم۔ وہ لوگ جن کا خیال ہو۔ کہ الہام لفظاً نہیں ہوتا۔ یا ہونا ضروری نہیں یا یہ کہ ایک خاص مقام پر پہنچ کر جو کچھ انسان کہتا ہے۔ وہ خدا کا ہی کلام ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی غلط عقیدہ کی وجہ سے معذور ہیں ششم۔ اپنے آپ کو

خدا قرار دینے والے کیونکہ تقول علی اللہ غیریت کو چاہتا ہے۔

عقلاً بھی یہ مستثنیٰ ہونے چاہئیں

قرآنی الفاظ کے علاوہ عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے۔ کہ یہ لوگ مستثنیٰ ہونے چاہئیں۔ کیونکہ اوّل تو یہ ہلاکت اس واسطے ہوتی ہے۔ کہ سچے اور جھوٹے نبیوں میں امتیاز ہو جائے۔ اور سچوں کی صداقت میں اشتباہ نہ پڑ جائے۔ دوم۔ انسان سزا کا مستحق تب ہی ہوتا ہے۔ کہ جب وہ اپنے اختیار سے گناہ کرتا ہے۔ لیکن جب انسان جاننے کے قابل ہی نہ رہے۔ تو اس کو سزا دینا درست نہیں۔ پس پہلی پانچ صورتوں میں انسان استحقاق سزا سے نکل جاتا ہے اور چھٹی صورت میں اشتباہ نہیں پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ تو خود مدعی الوہیت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اربعین جلد ۳ صفحہ ۱۸ اور اربعین ضمیمہ ۳ و ۴ صفحہ ۱۱ پر تقول علی اللہ کی یہی تشریح فرمائی ہے۔

اب اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آیا بہاء اللہ اس آیت کا مصداق بن سکتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اقسام مستثنیات میں داخل ہے۔ اوّل۔ تو بہاء اللہ فرقہ شیخیہ میں ہونے کی وجہ سے خاص درجہ کے انسان کے خیالات کو ہی الہام سمجھتا ہے۔ باب یا اس سے اوپر کے مقام پہ ہو جانے سے وہ اپنے سب خیالات کو الہام قرار دیتا ہے چنانچہ اوّل تو وہ الفاظ الہام کوئی الگ نہیں پیش کرتا۔ دوم اس کی تمام کتب کو الہام سمجھا جاتا ہے۔ سوم۔ اس کی جماعت بھی دلی الہام کی قائل ہے۔ پس جب وہ انسان کے خیالات کو ہی الہام قرار دیتا ہے تو وہ اس آیت کے نیچے نہیں آسکتا۔ **دوم**۔ وہ اپنی طرف الوہیت کو منسوب کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی اپنی کتب کے اوپر ہوتا ہے۔ ریویلڈ بائی بہاء اللہ۔ کہ یہ کتاب بہاء اللہ کی طرف سے لوگوں پر الہام کی گئی ہے۔ گویا اپنے آپ کو ملہَم نہیں بلکہ ملہِم (الہام کرنے والا) قرار دیتا ہے۔

ذوی القول تین قسموں میں منقسم ہیں یا وہ مرسَل ہونگے یا مرسَل الیہ یا پھر مرسِل یعنی لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔ یا جن کی طرف بھیجا گیا۔ یا بھیجنے والا۔ اب بہاء اللہ اپنے آپکو اور اس کے پیرو اسکو نہ تو مرسَل مانتے ہیں اور نہ ہی مرسَل الیہ خیال کرتے ہیں۔ پس وہ مرسِل ہی ہے۔ یعنی خدا۔ چنانچہ اسی بناء پر اس نے اپنے صحابیوں کا نام رسول رکھا ہے اور اپنا نام کبھی نبی یا رسول نہیں رکھا۔ بلکہ ہمیشہ یہی کہتا رہا۔ کہ اب رسولوں کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

اور پھر وہ خود بھی اپنے آپکو خدا کہتا ہے چنانچہ کتاب اقدس میں دیت کے متعلق کہتا ہے:۔ "اذا اختلفتم فی امرٍ فارجعوہ الی اللہ مادامت الشمس مشرقۃ من افق ھذا السماء

واذا غربت ارجعوا الیٰ مانزل من عندہٖ انہ لیکفی العالمین" جب تک سورج چڑھا ہُوا ہے یعنی بہاء اللہ زندہ ہے تب تک تو اگر تم میں اختلاف ہو۔ تو اس کو اللہ کی طرف لوٹاؤ اور اگر بعد غروب شمس ہو۔ تو جو اس سے نازل ہُوا ہے اس کی طرف لَوٹو۔ وہ عالمین کو کافی ہوگا۔

پھر ایک خط میں لکھتا ہے۔" قوموا یا قوم علیٰ نصرۃ اللہ قد جاءکم القیوم الذی بشّر کم بہ القائم" اے قوم خدا کی نصرت پر کھڑے ہو جاؤ تمہارے پاس وہ قیوم (بہاء اللہ) آگیا۔ جس کی قائم یعنی باب نے بشارت دی تھی۔ کیا اگر حقیقی خدا مراد ہے تو وہ قبل بشارت مخفی تھا۔

پھر قسطنطنیہ کے پادری کے خط کے جواب میں لکھتا ہے:۔" قد حضر کتابك فی ملکوت ربك الرحمن و اخذناھا بروح و ریحان" کہ تیرا خط تیرے رحمان رب کی خدمت میں حاضر ہُوا ہم نے اس کو خوشی سے لے لیا" (منقول از تاریخ بہائیہ مصنفہ محمد مہدی حکیم)

ان تینوں حوالوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بہاء اللہ مدعی اُلُوہیت تھا۔ اور وہ اپنے کلام کو ہی خدا کا کلام قرار دیتا تھا۔

ایک اعتراض کا جواب اس جگہ بہائی کہا کرتے ہیں۔ کہ اس نے تو خدا کو ایک قرار دیا ہے۔ اور اپنے آپکو مظہر اللہ کہا ہے۔ جیسے اور انبیاء کہتے رہے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ بہاء اللہ اور دیگر انبیاء کرام کے مظہر اللہ کہلانے میں فرق ہے۔ نبی جب اپنے آپکو مظہر اللہ کہتے ہیں۔ تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ کہ ان کے ذریعہ سے خدا کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ مگر یہ مظہر خدا ان معنوں سے ہے۔ کہ خود خدا اس کے وجود میں آگیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا تشریحات سے ظاہر ہے۔ باقی مظہر اللہ کہنے میں وہی پالیسی مدِ نظر ہے۔ جو دوسرے مدعی الوہیت مدِ نظر رکھتے رہے ہیں۔ کیونکہ یہ کہدینا کہ مَیں خدا ہوں تو کوئی مان نہیں سکتا۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ ہم مظہر اللہ ہیں۔ لیکن نہ ان معنوں سے جن سے رسول ہُوا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کہ ہمارا جسم تو خدا نہیں مگر ہم میں خدا آگیا ہے۔ عیسائیوں اور بہائیوں میں اتنا ہی فرق ہے۔ کہ عیسائی تین اقنوم مان کر ایک اقنوم مسیح کو قرار دیتے ہیں مگر یہ ایک خدا ٹھیرا کر ایک ہی بہاء اللہ کو قرار دیتے ہیں۔

پس جب بہاء اللہ مدعی اُلُوہیت ہے۔ تو وہ اس آیت کا مصداق کیونکر بن سکتا ہے۔

سوم۔ اگر وہ معنی درست ہیں۔ جو بہائی کرتے ہیں۔ اور اس طرح اس آیت سے بہاء اللہ کی صداقت ثابت ہوتی ہے تو اس سے بہائی مذہب پر بہت بڑی زد پڑتی ہے جس سے گویا بہائی مذہب پاش

پاش ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر بہاء اللہ کے باوجود دعویٰ الہام کے ۲۷ سال زندہ رہنے سے وہ صادق ثابت ہو سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ صبح ازل جس کو بہاء اللہ دجّال قرار دیتا ہے باوجود ۵۱ سال اسی طرح کا دعویٰ الہام کرتے رہنے کے جس طرح کا بہاء اللہ کو تھا۔ ہلاک نہیں ہُوا۔ اور اسکی کتب پر بھی لکھا ہُوا ہوتا ہے۔ "Revealed by S.A." ۔ کہ یہ صبح ازل کی طرف سے لوگوں پر الہام کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کی کتاب دیوان صبح ازل اور کتاب مناجات پر ایسا ہی لکھا ہے اور اس کے دعویٰ کا ثبوت ڈاکٹر احمد خاں کی اس تحریر سے بھی نکلتا ہے۔ جس میں وہ لکھتا ہے :۔ "اگرچہ مرزا حسین بہاء اللہ کا دعویٰ کمال جرأت سے اُلوہیت کا ہے مگر کم سے کم اس کے پاس عذر تو ہے کیونکہ وہ یہ کہتا ہے۔ کہ مَیں ہی موعود ہوں۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کس دعویٰ عقل اور معیار کے مطابق صبح ازل کو خدا کے الہام کا دعویٰ ہے"۔

پس اگر آیت شریفہ کے وہ معنی ہیں۔ جو بہائی کرتے ہیں۔ تو صبح ازل بھی صادق ہے۔ حالانکہ وہ اس کو دجّال قرار دیتے ہیں۔ پس معلوم ہُوا۔ کہ ہمارے والے معنی ہی درست ہیں اور ان کی رو سے بہاء اللہ اور صبح ازل دونو اس کے مصداق نہیں بن سکتے۔

اعتراض از بہائی :۔ اس آیت میں شریعت لانے والے نبیوں کا ذکر ہے صبح ازل خلیفہ تھا صاحب شریعت ہونے کا مدعی نہ تھا۔

جواب :۔ اوّل شریعت بنانے کی یہ سزا نہیں بلکہ تقول علی اللہ کی ہے۔ جو غیر شارع پر بھی صادق آتا ہے نیز پھر غیر شارع نبیوں کی صداقت کا کیا معیار ہے۔ کیونکہ تم بھی تو غیر شارع نبیوں کو مانتے ہو۔

دوم۔ نئی شریعت بنانا اور الہام سے ڈر کر شریعت کے معنوں کو اپنے معنوں میں منحصر کر دینا ایک سی بات ہے۔ دونو یکساں نقصان کرتے ہیں۔ لوگوں کو حقانیت سے روکتے ہیں۔ پس عقل۔ کلام عرب اور جھوٹے مدعیوں کے حالات ہمارے معنوں کی ہی تائید کرتے ہیں۔ (اللہ دتا جالندھری)

ہندو مذہب کی تعریف

پنجاب میں ہندوؤں کی تعداد - ہندوؤں کے فرقے

۱۹۲۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ میں سے ہم بعض اقتباسات جو صوبہ پنجاب میں ہندو ...... مذہب اور اس کی تعداد کے متعلق درج کرتے ہیں - کیونکہ ہندوؤں کی تعداد کا سوال صرف صوبہ پنجاب سے ہی نہیں - بلکہ ہندوستان کی آبادی سے گہرا تعلق رکھتا ہے - ہمیں قوی امید ہے کہ ہمارے قارئین کرام اس مضمون کو بہت دلچسپی سے ملاحظہ فرمائینگے - ہندو اور دیگر اہل علم لوگوں کو اس مذہب کی تعریف کرنے میں جو دِقّت پیش آتی ہے وہ چنداں حیرت انگیز نہیں - کیونکہ ہندو قوم کی تاریخ اور اسکے نام نہاد فرقوں کی رسومات اور اعتقادات کا ذرا سا مطالعہ کرنے سے ایک سطحی خیالات کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ہندو مذہب دراصل ایک مذہب کا نام نہیں بلکہ بہت سے مذہبی سلسلوں کے مجموعے کا نام ہے اور جب مسلمانوں نے ہندوستان پر یورشیں کرنا شروع کیں تو یہ تمام فرقے قسم قسم کی ملکی وجوہات کی وجہ سے انکے خلاف متحد ہو گئے -

لفظ ہندو کے معنی

۱۹۱۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے ۱۲۷ پراگراف میں لفظ ہندو کے مخرج اور معانی پر سیر کن بحث کی گئی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حملہ آوروں نے شروع شروع میں اس لفظ کا اطلاق ان لوگوں کو نامزد کرنے کیلئے کیا تھا جو دریائے سندھ کے مشرق کی طرف رہتے تھے لیکن صدیوں کے استعمال سے اس کے مفہوم میں تمام وہ باشندے جو ہندوستان میں آجکل آباد ہیں - شامل ہو گئے ہیں -

ہندو مذہب کی تعریف پچھلی مردم شماری میں ہندو مذہب کی جامع تعریف کرنے کی بہت کوشش کی گئی تھی - چنانچہ ہر ایک صوبے کے سپرنٹنڈنٹ سے کمشنر صاحب مردم شماری نے اپنے تجویز کردہ اصولوں کی صحت کی پڑتال کرنے کے لئے رپورٹیں بھی طلب کی تھیں - تاکہ کوئی ایسا مابہ الامتیاز مل جاوے - جس سے خالص ہندوؤں کو ادنیٰ اقوام سے جدا کیا جاسکے - جنہوں نے ہندو مذہب کی کسی نہ کسی شکل کو اختیار کر رکھا ہے - لیکن ہر ایک سپرنٹنڈنٹ کی رائے دوسرے

سے بالکل الگ تھی۔ اور جس طرح ہندو مذہب کے معنی کسی کے نزدیک مذہبی کسی کے نزدیک نسلی اور کسی کے نزدیک تمدنی نظام کے ہیں۔ اسی طرح انکے خیالات میں بھی بہت بڑا تفاوت تھا لفظ ہندو کے مفہوم میں مختلف خیالات مختلف اعتقادات غرضیکہ ہر ایک قسم کے لوگ شامل سمجھے جاتے ہیں۔ اگر اس میں پرانے خیالات کے برہمن شامل ہیں۔ تو ساتھ ہی چوہڑے اور دیگر ادنیٰ اقوام کے لوگ بھی شامل ہیں جن کو چھوتے ہی ہندو دھرم بھرشٹ ہو جاتا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ان بیچاروں کو مندروں میں گھسنے کی اجازت نہیں ملتی۔ اور جیسا کہ سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں کمشنر صاحب نے لکھا ہے۔ لفظ ہندو کے بہت ہی وسیع معنی ہیں۔ کیونکہ اس میں بے شمار فرقوں اور مختلف قسم کے اعتقادات کے لوگ سب ہی شامل ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی ہندو مذہب میں دو باتیں نمایاں نظر آتی ہیں۔ اوّل یہ کہ گاؤ کشی پر مذہبی یا اقتصادی رنگ میں اعتراض کیا جائے۔ دوئم یہ کہ برہمنوں کی برتری کو تسلیم کیا جائے۔ بعض فرقے ہندوؤں کے ایسے بھی ہیں۔ جو برہمنوں کی بزرگی کو تسلیم نہیں کرتے لیکن ان کی تعداد اُن لوگوں کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہے جو برہمنوں کو عام انسانوں سے اخلاقی اور روحانی رنگ میں برتر سمجھتے ہیں۔ ہندو مذہب کی دینی اور … خلاقی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ ہندو کہلانے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی شخص غیر ہندوستانی نہ ہو۔ بلکہ ہندی نژاد ہو برہمنوں کی بزرگی کا قائل ہو۔ اور گائے کے ذبح کرنے یا کم از کم اسے تکلیف دینے پر معترض ہو اور ہندوؤں کی کسی مشہور ذات سے تعلق رکھتا ہو۔

ہندو مذہب کی وہ تعریف جو مردم شماری کی خاطر وضع کی گئی

مردم شماری کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو مذہب میں مختلف عقائد اور متضاد نسلوں کے لوگ شامل ہیں۔ اور قدیم برہمنی مذہب کی رُو سے ان کو ہندو تسلیم کرنا بہت مشکل ہے۔ مردم شماری کا بہترین طریق یہی سمجھا گیا تھا۔ کہ ہر ایک اس شخص کو جو اسلام عیسائیت یا کسی دیگر مشہور مذہب سے تعلق نہیں رکھتا اُسے ہندو قرار دیا جائے۔ لیکن "ہندو" کی یہ تعریف اس لئے ناقص ہے کہ اس میں ادنیٰ اقوام کے وہ لوگ بھی آ جاتے ہیں جو کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتے اور اپنے رسم و رواج کے لحاظ سے یہ لوگ اُسی مذہب کے تابع ہوتے ہیں جس کا غلبہ ہو۔ سب جانتے ہیں کہ چوہڑے اور چماروں کو جہاں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں کی نسبت زیادہ ہو گائے کا گوشت کھانے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوتا۔ لیکن ہندوؤں کے علاقوں میں کبھی وہ ایسا فعل

نہیں کرتے۔ اور اگر یہ لوگ ہندو مذہب کو باقاعدہ طور پر اختیار کر بھی لیں تب بھی ان کی حیثیت میں کوئی نمایاں فرق نظر نہیں آتا اور باوجود ہندو مذہب اختیار کرنے کے وہ غریب چوہڑے ہی سمجھے جاتے ہیں۔ دیگر ہندو ان کو اسی طرح نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کوئی برہمن ان کی بیاہ شادی یا مرنے کے وقت حاضر نہیں ہوتا۔ مندروں میں جانے کی ان کو اجازت نہیں ہوتی اور اگر وہ کسی سے چھو جائیں تو گویا اُسے بھرشٹ کر دیتے ہیں۔ پس اگر ہم ایک تیسری قسم کی ذات کے لوگوں کو جو اچھوت کہلاتے ہیں اور کوئی خاص مذہب نہیں رکھتے ہندوؤں میں شامل کر دیں تو لفظ ہندو کی تعریف میں اصلاح ہو سکتی ہے۔

تبدیلی یا تغیر

مردم شماری	ہندوؤں کی تعداد ہر دس ہزار میں	ہر دس سال کے عرصے میں کل ہندو آبادی میں جو تغیر ہوتا رہا
۱۸۸۱	۴۳۸۴	..
۱۸۹۱	۴۴۰۸	+ ۰۷ - ۱۰
۱۹۰۱	۴۱۷۹	+ ۷ - ۲
۱۹۱۱	۳۶۲۸	- ۲ - ۱۵
۱۹۲۱	۳۵۶۶	+ ۰ - ۴

مندرجہ بالا نقشے کے ذریعے پچھلی پانچ مردم شماریوں میں ہر دس ہزار میں ہندوؤں کی آبادی دیگر قوموں کے مقابلے میں دکھائی گئی ہے۔ اور ہر دس سال کے عرصے میں فیصدی جو تغیر ہوتا رہا ہے وہ بھی صاف نظر آ رہا ہے۔ نقشے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنہ ۱۹۱۱ء سے ہندوؤں کی آبادی میں چار فیصدی کی زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن کل آبادی کی نسبت کے لحاظ سے ان کی تعداد گھٹ بھی گئی ہے۔ یعنی ہر دس ہزار کے پیچھے اگر پہلے تین ہزار چھ سو اٹھائیس ہندو تھے۔ تو اب تین ہزار پانچ سو چھیاسٹھ رہ گئے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس قدر سرعت سے نہیں بڑھے جس قدر دوسرے مذاہب کے لوگ زیادہ ہوئے ہیں۔ اس افتادگی کی وجہ یہ ہے کہ ہمالیہ اور اس کے دامن کے پہاڑوں میں جہاں ہندوؤں کی آبادی کا نصف سے زیادہ حصہ آباد ہے وہاں تھوڑی سی زیادتی ہوئی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل نقشے سے ظاہر ہے:۔

تغیر فیصدی از ۱۹۱۱ء	
گنگا جمنا کا میدان (مغربی حصہ)	+ ۷.۲
ہمالیہ کا خطہ	+ .۸
ترائی کا میدان	+ .۷
شمال مغربی خشک حصہ	+ ۹.۴

اس رکاوٹ کے دیگر اسباب یہ ہیں:-
اوّل- چوہڑوں کا ایک بڑی تعداد میں عیسائی ہو جانا۔
دوم- سکھوں کا ہندوؤں سے علیحدہ ہو جانا۔
سوم- گڑگاؤں اور رہتک کے اضلاع میں جہاں کثرت آبادی ہندوؤں کی تھی- انفلوئنزا کا پھوٹ پڑنا۔
چہارم- اور ممکن ہے کہ چھوٹی عمر میں بچّوں کی شادی کرنا- اور بیوہ عورتوں کو نکاح ثانی کرنے کی اجازت نہ دینا بھی اس کمی کا باعث ہوا ہو-

ہندوؤں کے فرقوں کی ابتداء کہتے ہیں کہ ہندو مذہب میں ایسے لوگ بھی ہیں جو خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں- ایسے بھی ہیں جو ایک سے زیادہ خداؤں کو مانتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو ہمہ اوست کے قائل ہیں- اور ان مختلف قسم کے مذہبی عقائد اور تمدنی رسوم کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہندوؤں کے آباؤ اجداد چونکہ وسط ایشیا سے آئے تھے- اور ہندو مذہب جو شروع میں ایک پاک اور سادہ مذہب تھا- اس کو قدیم باشندوں کی توہم پرستی سے پالا پڑا تھا- اور اُن لوگوں میں یہ مذہب اسی طرح پھیل سکتا تھا کہ ان کے دیوی دیوتاؤں اور توہم پرستی کو اپنے اندر جذب کر لیتا- چنانچہ ایسا ہی ہوا- لیکن یہ بیان اپنے اندر کوئی بڑی صداقت نہیں رکھتا- کیونکہ اوّل تو ہندوؤں کی قدیم تاریخ میں کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا- جس سے معلوم ہو کہ ان میں باقاعدہ تبلیغ مذہب کا سلسلہ جاری تھا- دوسرے باہمی مفاہمت میں ضروری ہوتا ہے کہ بعض امور کو ردّ کیا جائے اور بعض کو انتخاب کیا جائے- اور کوئی شخص ایسا بھی موجود ہو جو اس فرض کو اپنے ذمے لے سکے- مگر واقعہ یہ ہے کہ ہندو مذہب نے انتخاب کے پہلو کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے- اور عملی طور پر اس میں تمام وہ عقائد اور رسم و رواج شامل ہو گئے ہیں- جو ادنیٰ اقوام میں پائے جاتے ہیں- دوسرے اس خیال کی تردید ایک ہندو فاضل نے بھی کی ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے:- کہ وید میں کہیں اشارۃً بھی یہ نہیں پتہ لگتا کہ ہندو یعنی آریہ لوگ ہندوستان کے باہر سے آئے تھے- حالانکہ باہر سے آنیوالی قوم کے علم ادب میں اس کے آثار کا پایا جانا بالکل اغلب ہے- اس فاضل کے نزدیک ہندو مذہب کی اعلیٰ صورتیں ادنیٰ صورتوں سے نکلی ہیں نہ کہ ادنیٰ اعلیٰ سے نکلی ہیں- اس دلیل کو عام طور پر تعلیم یافتہ ہندو بھی مانتے ہیں- اور اس سے ان کے بعض تمدنی رسومات کی اصل حقیقت کا پتہ چلتا ہے- اگر یہ خیال درست تسلیم کر لیا جائے- تو ماننا پڑیگا- کہ ہندو مذہب کی ترقی معکوس ہوئی ہے- دوسرے مذاہب تو مخلوق پرستی سے وحدانیت کی

طرف گئے ہیں۔ لیکن ہندو مذہب وحدانیت سے ہمہ اوست مخلوق پرستی اور تو ہم پرستی کی طرف گیا ہے۔

ہندو مذہب میں فرقہ بندی کا پتہ لگانا بھی بہت مشکل ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس مذہب کا کوئی عقیدہ بھی ایسا نہیں جس کا ماننا سب کے لئے لازمی ہو۔ اگرچہ اس میں بے شمار فرقے اور ہزاروں ذاتیں ہیں۔ لیکن کوئی ایسا قاعدہ نہیں جو سب کے لئے مساوی ہو۔ تاہم ہندو فلسفہ دانوں نے نجات کے تین طریق مانے ہیں۔ یعنی ویدانت۔ یقین اور کرم۔ اور ہندوؤں کی جو دو مشہور قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ وہ انہی تین طریقوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے زیادہ اہم اور ضروری قرار دینے سے پیدا ہوتی ہیں۔ شنکر آچاریہ کے پیرو ذات باری کو اصل حقیقت سمجھتے ہیں۔ اور اس عالم ظاہری کو مایہ یعنی دھوکا کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک نجات اسی حقیقت کو سمجھنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ یقین اور کرم کو ایسا ضروری نہیں سمجھتے۔ لیکن ارامانج۔ مدھو بلبھ آچاریہ کے پیرو عالم ظاہری کی عدم حقیقت کے منکر ہیں۔ ان کے نزدیک یقین اور کرم زیادہ ضروری اور اہم ہیں اور ویدانت ایسی ضروری نہیں۔

جیسا کہ سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے پیراگراف ۱۶۴ میں لکھا ہے۔ ہندوؤں کی تین اقسام ہیں۔ اوّل وشنو کو ماننے والے۔ دوم۔ پرانے خیالات کے پیرو گرہستی۔ سوم غیر تعلیم یافتہ عوام لوگ۔ چہارم۔ ان مصلحین کے پیرو جن کے خیالات کسی دوسرے کے ساتھ نہیں ملتے۔ اور پانچویں رشیوں کی پرستش کرنے والے۔ وہ فرقے جو ان قسموں میں سے کسی ایک ہی تعلق رکھتے ہیں ان کا مفصل بیان پہلی مردم شماری کی رپورٹوں میں آچکا ہے۔ اس لئے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(نوٹ۔ مضمون ہذا ریویو آف ریلیجنز انگریزی ایڈیشن بابت ماہ مارچ سے ترجمہ کیا گیا ہے)

ہندوستانیوں کیلئے سوچنے کی بات

عالمگیر عذابوں کا ایک طوفان ہے جو امڈا چلا آ رہا ہے۔ اور جس نے تمام جہان کے بسنے والوں کو جڑ بنیاد سے ہلا دیا ہے اور وہ پکار اٹھے ہیں کہ کیا ہو گیا ہے۔ اور کیا ہونے والا ہے جو زمین اور زمین والوں کو ایک دم قرار نہیں آتا۔ اگر نوح کے طوفان میں شبہ تھا کہ وہ تمام روئے زمین پر آیا ہے یا نہیں تو اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ عالمگیر عذاب ساری زمین پر نہیں آیا کونسا علاقہ ہے جو محفوظ ہے اور کونسا ملک ہے جس میں خوفناک تباہی اور بربادی نہیں آئی۔ ایک ہندوستان ہی کو لے لیجئے۔ کیا اس میں قحط خطرناک قحط نہیں آیا۔ زلزلہ خوفناک زلزلہ نہیں آیا۔ انفلوئنزا کی وبا نے پچھلے دنوں کیا کچھ ستم نہیں ڈھایا۔ پھر طاعون ہے جو سنہ ۱۸۹۸ء سے یہیں ڈیرہ ڈالے ہے۔ اور ابھی تک بربادی ڈھا رہی ہے۔ طاعون کے عذاب الٰہی ہونے کے متعلق اب

ہر مذہب ہر قوم کے لوگوں نے اقرار کر لیا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں پرتاب کا ایک معزز ہندو نامہ نگار لکھتا ہے :۔

"اس وبا کو ہندوستان میں آئے ہوئے تخمیناً تیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے اوّل ہی اوّل بمبئی سے شروع ہو کر تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اندر تمام ہندوستان میں پھیل گئی۔ اب تو ہندوستان کا نہ تو کوئی شہر ہی اس سے بچا ہے اور نہ دیہات نہ میدان بچا ہے اور نہ ریگستان۔ بلکہ پہاڑوں کی چوٹی تک جا پہنچی ہے اور یہ بھی قابل غور ہے کہ جب سے ہند میں یہ پھر رہی ہے کسی خاص اصول پر کار بند نہیں۔ جو عقل کچھ تجربہ کر سکے کبھی بنگال میں ہے تو پنجاب میں نہیں اور پنجاب میں ہے تو سندھ میں نہیں کبھی لاہور میں ہے۔ کبھی حصار میں۔ اور کبھی گوڑگانوہ میں مثل تحصیلدار کے جو اپنی اسامیوں سے لگان یکے بعد دیگرے وصول کرتا ہے یہ گویا اپنا محصول وصول کرتی پھرتی ہے ایک سال زور کرتی ہے دوسرے سال خفیف ہوتی ہے کبھی لگاتار رہتی ہے اور کبھی عرصے تک خاموش رہتی ہے عام طور سے گو سردی میں نظر آتی ہے مگر گرمی میں بھی اسکے لئے کوئی ممانعت نہیں ہے تیس سال کے عرصہ میں بار بار اسکے کئی حملے ہو چکے ہیں مگر اب تک کوئی خاص تجربہ نہیں ہو سکا ہے اور نہ ہی کوئی اس کا یقینی علاج نکلا ہے گو صفائی کا ہونا عمدہ کام ہے لیکن اس کے مقابلہ میں صفائی کے سوال کی کیا حقیقت ہے کیا جن ذنوں یہ وبا نمودار ہوتی ہے ان دنوں ہی غلاظت ہوتی ہے اور باقی دنوں میں نہیں کیا جہاں یہ ہوتی ہے وہاں ہی غلاظت ہے اور دیگر جگہ صاف ہیں یہ کوئی ایسا مرض نہیں ہے کہ جس کا کسی مصنوعی طریقہ سے علاج ہو سکے بلکہ ایشور پرماتما کی ایک لیلا ہے ایک خدائی عذاب ہے"

صاف طور سے تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ یہ معمولی مرض نہیں بلکہ ایک عذاب الٰہی ہے۔

اب ہندوستانیوں کے لئے سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ عذاب کیوں ہے۔ کیا گناہ پہلے زمانوں سے بڑھ گیا ہے یا کوئی نیا گناہ سرزد ہوا ہے۔ جو عام حالات سے نئی نوعیت کا ہے۔ ادنیٰ تامل آخری بات ہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ بغاوت ہی کسی سلطنت میں ایسا گناہ ہے جسکی سزا اس قسم کی ہلاکت ہے۔ پس جب لوگوں نے آسمانی گورنمنٹ سے بغاوت اختیار کی اور قائم کردہ خلیفۃ اللہ علی الارض کا انکار کیا۔ تو یہ عذاب آیا۔ اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ فی الارض کون ہے اسکے لئے میں نہایت ہی آسان طریق بتائے دیتا ہوں۔ جب یہ عالمگیر عذابوں کا طوفان آنیوالا تھا۔ تو وہ کون تھا جس نے آپ کو سب سے پہلے نہایت یقین و وثوق کے ساتھ اطلاع دی تھی۔ کہ الامراض تشاع و النفوس تضاع۔ ہاں مجھے بتاؤ کہ قحط کی خبر کس نے دی۔ زلزلہ کی خبر کس نے دی۔ خوفناک تباہی انگیز جنگ۔ کی خبر کس نے دی۔ اور طاعون کی اطلاع کس نے پہنچائی۔ ہر ایک سعید کو اقرار کرنا پڑیگا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چنانچہ طاعون کے متعلق ۶؍ فروری ۱۸۹۸ء کو آپ نے اپنا یہ رؤیا شائع کیا :۔

"۶؍ فروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ

رنگ کے پودے لگا رہے ہیں۔ اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا۔ **یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب میں پھیلنے والی ہے**" (ایام الصلح صفحہ ۱۲۱ و اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء)

اس کے شائع ہونے کے بعد خلقت نے اپنی آنکھوں سے جو منظر دیکھا اسے کوئی بھول نہیں سکتا۔ ۱۹۰۷ء میں گیارہ لاکھ ۶۲ ہزار دو سو تیئس موتوں کی رپورٹ ہوئی۔ اور ۱۹۱۱ء میں آٹھ لاکھ ۱۴۶ ہزار ۸ سو تہتر کی۔

اب کچھ مدت سے طاعون کا زور کم ہو گیا تھا بلکہ ایک دفعہ یہ اعلان ہو گیا کہ طاعون کا ایک کیس بھی نہیں تو جو ناگاہ اسی خلیفۃ اللہ فی الارض کے سچے جانشین نے خدا سے خبر پا کر طاعون کے خوفناک حملے اور آنیوالے عذاب کی ان الفاظ میں اطلاع دی:۔

"**منذر رؤیا** میں نے جو آج یہ خطبہ پڑھا ہے یہ ایک رؤیا کی بنا پر پڑھا ہے۔ جو میں نے پرسوں دیکھی جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا پر کوئی اور عذاب آنیوالا ہے۔ اور قریب کے زمانے میں آنیوالا ہے۔ میں نے دو نظارے دیکھے ہیں۔ اوّل میں نے ایک مریض کو دیکھا جس کے متعلق مجھے بتایا گیا کہ طاعون کا مریض ہے پھر ایسا معلوم ہوا۔ کہ ہم کچھ آدمی ایک گلی میں سے گذر رہے ہیں۔ وہیں ایک شخص کہتا ہے۔ پرے ہٹ جاؤ یہاں سے بھینسیں گذرنے والی ہیں۔ ایسا معلوم ہوا۔ کہ گویا گلی کے پاس ایک کھلا میدان ہے۔ جس کے ارد گرد احاطہ کے طور پر دیوار ہے۔ اور ایک طرف دروازہ بھی ہے۔ جس کو کواڑ نہیں ہیں۔ اور میں اور میرے ساتھی اس دروازے میں داخل ہو گئے ہیں۔ ہم نے گلی میں سے گذرنے والی بھینسوں کو دیکھا کہ وہ مارنے والی بھینسوں کی طرح گردن اٹھا کر دوڑتی چلی آتی ہیں۔ میں نے انتظار کیا کہ وہ گذر جائیں۔ لیکن اتنے میں ہمیں بتایا گیا کہ وہ اس گلی سے نہیں دوسری سے گذر گئیں۔ تعبیر الرؤیا میں بھینس کی تعبیر وبا یا بیماری ہوتی ہے۔ اور طاعون سے مراد بھی عام بیماری یا کوئی وبا ہوتی ہے۔ اور طاعون بھی ہو سکتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عنقریب اس رنگ میں کوئی اور نشان ظاہر ہو گا خدا تعالیٰ کی طرف سے مختلف رنگ کے نشان آیا کرتے ہیں۔ کبھی سیاسی اور کبھی مالی۔ اور کبھی کسی اور رنگ میں تا کہ لوگ ایک ہی قسم کے عذاب کے عادی نہ ہو جائیں۔" (الفضل ۳۰ نومبر ۱۹۲۳ء خطبہ جمعہ ۲۳ نومبر)

جس کے چار ماہ بعد ہم دیکھتے ہیں کہ یکدم طاعون کا ایسا زور ہوتا ہے خصوصاً پنجاب میں کہ اس سے پہلے ایک ہی سال ایسا ملتا ہے مارچ کے مہینے میں ۲۵ ہزار سے زیادہ آدمی اس وبا سے مر گئے اور حال ہی میں ایک ہفتہ کی رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں بتایا گیا کہ کل نو ہزار کیس صرف پنجاب میں ہوئے ہیں اور ابھی یہ عذاب دن بدن بڑھ رہا ہے۔

کیا کوئی اپنی عاقبت کا بھلا چاہنے والا ہے جو یہ سوچے کہ یہ عذاب کیوں ہے؟ اور پھر اس عذاب کی

غیر ہزاروں ولایت کا دم بھرنے والوں سجادہ نشینوں فقیروں صوفیوں فیلسوفوں علم الارض کے ماہروں اور مختلف مذاہب کے نمائندوں اور خدا پرست لیڈروں کی موجودگی میں۔ صرف "قادیان" میں احمدی سلسلہ کے امام ہی کے ذریعے سے کیوں دی جاتی ہے۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ آسمان کی بادشاہت کا تختگاہ اسی سرزمین قدس پر بچھایا گیا ہے اور خدا تعالیٰ دنیا کے فرزندوں کو بتانا چاہتا ہے کہ میری رضا اسی گھرانے سے وابستہ ہے۔ اور خلقت اگر امان چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کہف سے وابستہ ہو۔ آج نجات کے سب دروازے بند ہیں اور صرف ایک ہی کھڑکی کھلی ہے جو دار الامان کے روحانی چاردیواری میں ہے۔ دنیا میں کوئی امن کی جگہ نہیں مگر یہ۔ اور کہیں امان نہیں مل سکتی۔ لیکن اس چاردیواری کے اندر۔ مبارک وہ ہے جو اسے اپنا حصار عافیت بنا لیں۔ قبل اس کے جو عذاب الٰہی چاروں طرف سے محیط ہو جائے ؟

کتب عہد عتیق میں ترمیم و اضافہ کا اقرار "یہ کتابیں (یعنی موسیٰ کی پانچوں کتابیں اور عہد عتیق کی سب کتابیں) جدی جدی تھیں حضرت عزرا نے ان کو جمع کیا اور ان کی ترمیم بھی کی۔ اور توضیح کے لئے بعض بعض مضمون بھی درج فرمائے۔ پس یہ سب فقرات اسی ترمیم کنندہ کے ہیں۔ جو ان کا مؤلف ہے اسی نے موسیٰ کو بصیغہ غیب لکھا۔ وہی موسیٰ کی قبر کا ذکر کرتا ہے پھر کیا حجت رہی صفحہ ۹۶۔ یہ وہی عزرا ہے جس کو قرآن خدا کا بیٹا بتلاتا ہے اور جو دنیاوی اور روحانی شان و شوکت والا تھا وہی ان کتابوں کا ترمیم کنندہ ہے اور ترتیب دہندہ ہے اسی نے اس میں یہ فقرات ملائے ہیں اور اس کا ملانا عین الہام ہے۔ صفحہ ۹۸۔

حضرت سلامت یہ سب فقرے مؤلف عہد عتیق کے ہیں جس نے ان مصنفوں کی کتابوں کو اس مجموعہ میں لکھا ہے یعنی وہی عزرا جس کو قرآن کریم خدا کا بیٹا بتلاتا ہے اور یہودی موسیٰ کا ثانی جانتے ہیں اور کلام الٰہی کہتا ہے کہ خدا اس کے ساتھ تھا جس۔ نے روح القدس کی مدد سے یہ مجموعہ عہد عتیق کا اپنے ہاتھ سے لکھا جس کے ساتھ نحمیا وغیرہ بھی تھے"۔ ص۹۹ ملاحظہ ہو پادری عماد الدین کی کتاب ہدایت المسلمین ؟

یہودی ہونے کا اقرار "قرآن مجید میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے۔ کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ افسوس ہے کہ آج ہم اہلحدیثوں میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے"۔ (اہلحدیث ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص۹)

(۲) "بدنصیبی سے جو حال یہود کا آج سے تیرہ سو سال قبل تھا تقریباً وہی آج مسلمانوں کا ہے عوام کالانعام کا تو ذکر ہی کیا ہے جو خود مقتدا اور مقتدائے قوم طبقہ مسلمانوں کا بھی خفقہ اور فروعی تنازعات پر مٹا ہوا ہے کورانہ تقلید عام ہو گئی ہے ہر ایک بلکہ علماء کا طبقہ بھی یہی کہتے سُنائی دیتا ہے کہ جو کچھ اسلاف لکھ گئے وہی ہمارے لئے بس ہے شریعت ختم ہے۔ آراء سلف پر یہی عذر یہود کا تھا"۔ (وطن مورخہ ۵ جولائی ۱۹۰۶ء ص۱۱)

ع۔ غلط۔

الملاحظات

اکالی تحریک پنجاب میں اکالی تحریک زوروں پر ہے۔ ان کے جتھے بڑھتے جاتے ہیں گورنمنٹ کی مہربانی سے کرپانوں کی اجازت کیا ملی۔ اچھے خاصے مسلح ہو گئے ہیں۔ کرپانوں کی لمبائی بڑھتے بڑھتے تلوار کے برابر ہو گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ تحریک پولیٹکل ہے یا مذہبی۔ پولیٹکل ہے جیسا کہ ابتداء میں کہا بھی گیا تھا کہ پنجاب سکھوں کے لئے ہے تو دوسری قوموں کو اپنی فکر کر لینی چاہیئے۔ گذشتہ زمانے میں اس حکومت کی یاد برچھا گردی اور سکھا شاہی کے نام سے اب تک ضرب المثل ہے اور اگر یہ تحریک مذہبی ہے اور یہ جنگ مذہبی آزادی کے لئے لڑی جا رہی ہے۔ تو کیا وجہ ہے سکھ اپنے گوردواروں کے لئے تو جان تک قربان کرنے کو حاضر اور دوسروں کے بعض معابد پر بھی قبضہ ہے۔ اور مذہبی عبادت تک نہیں کرنے دیتے بحالیکہ اس میں ان کا کچھ حرج نہیں۔ پنجاب ہی کو لے لیجئے۔ اسی قادیان میں ایک مسجد ہے وہ گوردوارہ بنی ہوئی ہے ابھی چند سال کا ذکر ہے اس کی محراب صاف نظر آتی تھی لاہور میں ایک مسجد ہے جس پر سکھوں کا قبضہ ہے ایسے ہی کئی اور مقامات ہیں۔ کیا سکھ صاحبان ان کو واگذار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پھر پنجاب میں کئی ایسے بدقسمت گاؤں ہیں جہاں سکھوں کا زور ہے اور وہ بیچارے مسلمانوں کو اذان تک نہیں دینے دیتے۔ حالانکہ اذان میں کوئی ایسا کلمہ نہیں۔ جو سکھوں یا کسی اور اہل مذہب کے خلاف یاد آزار ہو صرف خدا تعالیٰ کی عظمت وتمجید کا ذکر ہی لیکن بعض سکھ ہیں کہ اذان سے مانع ہیں پس جو قوم دوسروں کو اپنے جائز مذہبی حقوق سے مستفید نہ ہونے دے۔ وہ کس منہ سے مذہبی آزادی کے نعرے مارتی ہے۔ اور پھر مقابلہ بھی اس "نوکر شاہی" سے۔ جس نے کافی مذہبی آزادی دے رکھی ہے میں تو حیران ہوتا ہوں کہ عیسائی مذہب کے خلاف تقریریں کرو۔ مضمون دو کوئی کچھ نہیں کہتا۔ مگر باایں ہمہ مذہبی آزادی خطرے میں سمجھی جاتی ہے۔ ادھر سکھوں میں سے بعض لوگ مسلمانوں کو اذان تک نہیں دینے دیتے۔ حالانکہ اس میں کوئی دل آزار کلمہ نہیں۔ اور باوجود اس کے یہ مذہبی آزادی کے علم بردار ہیں کیا انصاف جہان سے بالکل رخصت ہو گیا۔

اخلاقی رنگ میں بھی یہ تحریک بہت خطرناک ہے۔ عوام الناس اور ہندو مسلم لیڈر اسکی

حوصلہ افزائی کرکے صوبہ کے امن کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ کیونکہ اگر یہی طریق درست ہے کہ جہاں خیال ہوا فلاں مکان یا شے ہماری ہے تو جھٹ چند لٹھ بند اکٹھے ہو کر وہاں گئے اور اس پر قبضہ کر لیا۔ تو گویا اس کا یہ مطلب ہوا جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ بعض ہندوستانی ہندو چلا رہے ہیں کہ ہمارے ہیں جھنت اپنی جائداد بتا رہے ہیں مگر اکالی صاحبان نے اسپر اپنا دخل کر لیا۔ بڑھتے بڑھتے مکانوں اور دوسرے املاک کی نوبت آ گئی تو قدر عاقبت معلوم ہوگی۔ صوبہ کا امن اس بات سے وابستہ ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے کاروبار میں لگے رہیں اور محنت مزدوری سے مایحتاج حاصل کریں لیکن اگر لوگوں سے کام کاج چھڑا کر ان کو تلواریں یا چھرے دیدیئے جائیں۔ تو وہ بیکار نہیں رہ سکتے۔ اور نہ اپنے جوشوں کو دبا سکتے ہیں۔ امن میں خلل پڑنا ضروری ہے۔ میں تمام نیک دل اصحاب سے اپیل کروں گا کہ وہ اس کا انجام دیکھیں اور سوچیں کہ ان کا قدم کس طرف جا رہا ہے۔ یہ باتیں جو نہایت نیک نیتی سے صداقت کے ساتھ کہی گئی ہیں اس وقت شائد بری معلوم دیں مگر وقت آتا ہے کہ واقعات و حالات سے مجبور ہو کر سب فہمیدہ اشخاص اسی نتیجہ پر پہنچیں گے۔

:(۲):

کیا اسلام کوئی اعلیٰ کیریکٹر کا انسان نہیں پیدا کر سکتا؟

مسٹر محمد علی بذریعہ تار اعلان فرماتے ہیں۔ کہ کیریکٹر و کام کے لحاظ سے مسٹر گاندھی کو بہترین انسان سمجھتا ہوں۔ حتیٰ کہ اپنے روحانی مرشد اور والدہ سے بھی۔ یہ بیان مسٹر محمد علی کا مُرید کا ایک سچے مسلمان کے لئے نہایت رنج دِہ اور اسلام کی توہین کرنے والا ہے۔ گویا کھلے کھلے لفظوں میں یہ اقرار کر لیا گیا ہے کہ اسلام تن بے روح ہے اور اس کے معتقدات و ہدایات میں اتنی قابلیت بھی نہیں کہ ایک ایسے کیریکٹر کا انسان پیدا کر سکے جو ایک مشرک و بت پرست سے اعلیٰ کیا برابر بھی ہو سکے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ جو شخص اپنے مولیٰ اپنے خالق اپنے مالک کو بھی اس کی اصلی شان میں شناخت نہیں کر سکا۔ لعد اب تک بت پرستی کے گڑھے میں گرا ہوا اور شرک کی تاریکی میں پڑا ہوا ہے۔ وہ کوئی اپنا کیریکٹر رکھ سکتا ہے۔ ہمارا تو ایمان ہے اور یہ خوش اعتقادی کی بناء پر نہیں بلکہ ادلہ قطعیہ عقلیہ سے بفضلہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ اسلام سے باہر کوئی کیریکٹر ہی نہیں۔ پس جو اسلام سے باہر کسی کا اعلیٰ کیریکٹر بتاتا ہے۔ وہ درحقیقت اسلام ہی کو نہیں سمجھا۔ دنیا میں اعلیٰ کیریکٹر اسلامی معتقدات کے تسلیم کرنے اور اسلامی ہدایات پر چلنے کے بغیر پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ "چیز" مسٹر

محمد علی کے مرشد میں نہیں۔ تو انہیں مرشد صادق کی تلاش کرنی چاہیئے اور بہتر ہے کہ وہ اپنے بزرگ بھائی سے مشورہ لیں۔ وہ انہیں کئی ایسے انسانوں کا پتہ دے سکتے ہیں۔ جن کے قدموں میں ان کے مہاتما گاندھی برسوں سبق لیں۔ تو کیریکٹر پھر روحانیت کا پہلا سبق لینے کے قابل ہو سکیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ علی برادران اپنی والدہ ماجدہ کا ذکر خواہ مخواہ ایسے معاملات میں لے آتے ہیں کبھی تو ہندو مسلم اتحاد کے مذبح پر ان کی عزت و حرمت کو قربان کرنے پر تیار ہیں کبھی ان کے کیریکٹر پر بحث سے یہ ٹھیک نہیں۔ اگر ہندوؤں کا دل ہاتھ میں لینے کے لئے اس قسم کے غیرت کش افسوسناک کلمات زبان پر لانے کی ضرورت ہے تو ان کے ایسے رشتہ دار بھی ہیں۔ جنکا براہ راست انہی سے تعلق ہے والدہ ماجدہ تو اس کی بھی ہیں جو ہمارے مکرم معظم ہیں۔ ان کی بے ادبی سے ہمیں بھی دُکھ ہوتا ہے۔ مَیں مسٹر محمد علی کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ مسٹر گاندھی کو سلسلہ احمدیہ کے مقابل پر لائیں۔ اور پھر ایک دنیا دیکھے گی کہ کیریکٹر جس چیز کا نام ہے اور اس سے اعلیٰ مقام روحانیت کس کو حاصل ہے۔ ہاں اتنا جتا دوں۔ کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر گرا اسے چکنا چور کیا اور جو اس پر گرا۔ وہ بھی ریزے ریزے ہوا۔ یہ ٹرنسوالی کی بیتہ اگرہ نہیں۔ یرودا کا جیل نہیں۔

:(۴۳):

خدا کے مسیحؑ کی صداقت کا نشان

جب طاعون خوفناک طاعون زوروں پر تھا۔ تو حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی ربّانی کی بناء پر اپنی صداقت کا یہ نشان پیش کیا کہ

انی احافظک خاصۃ اور یہ کہ انی احافظ کل من فی الدار۔ یعنی میں تجھ کو اس وباء طاعون سے تمہاری حفاظت بالخصوص کروں گا۔ اور یہ کہ مَیں (خداوند زمین و آسمان) اس تیرے گھر چاردیواری کے اندر رہنے والوں کو اس عذاب سے بچائے رکھوں گا۔

یہ نشان جس صفائی کے ساتھ پورا ہوا وہ ایک دنیا جانتی ہے۔ طاعون ۱۸۹۸ء سے سے [illegible] برس تک طاعون کے کئی حملے ہوئے۔ پنجاب میں پھر ضلع گورداسپور پھر قادیان میں اس کا زور ہوا آپ کی چاردیواری سے ملحقہ مکانوں میں کیس ہوئے۔ مگر اس خدا کے نبی کی چاردیواری کے اندر ایک چوہا تک نہ مرا۔ بلکہ ایک رہنے والے کو بخار میں جب یہ خیال ہوا کہ مجھے طاعون ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس دار میں رہنے والے کو طاعون ہو جائے تو یہ سلسلہ ہی جھوٹا یہ فرمانا تھا جو یا تو بخار سے جسم پھک رہا تھا یا ٹھنڈا ہو گیا۔

اسوقت ایک آواز اہل حدیث کی طرف سے سُنائی دی کہ اس میں کونسا اعجاز ہے کئی گھر اور کئی

آدمی طاعون سے محفوظ ہیں حضور نے تحریری جواب شائع کیا اور فرمایا۔ کہ کوئی شخص خدا تعالیٰ کے نام پر خدا کی طرف سے وحی کا مدعی ہوتے ہوئے یہ اعلان کرے کہ میں اور میری چاردیواری میں پناہ لینے والے اور رہنے والے بچائے جائینگے تو پھر اس کا نتیجہ دیکھ لے کہ خدا مفتری اور جھوٹے کو کیا سزا دیتا ہے۔ جو بھی اس نشان کا استخفاف مقابلہ پر آکر کریگا وہ پکڑا جائے گا اس چیلنج کے مقابلہ کے لئے کوئی نہ تھا۔ البتہ اب آپ کی وفات کے بعد میر عابد علی شاہ بدوملہی والے نے شرارت سے تو نہیں البتہ خلافت ثانیہ سے روگردانی کرکے قسم قسم کے حجب میں گرفتار ہو کر نفس کے دھوکے میں آکر اوہام باطلہ وکبر و انانیت کے غلبہ میں یہ کہہ دیا کہ میں طاعون سے محفوظ رہوں گا اور جو میرے گھر کی چاردیواری میں پناہ لے گا یا رہنے والا ہو گا وہ بھی بچایا جائے گا۔ چونکہ یہ خدا کے مرسل خدا کے نبی خدا کے رسول اور اس کے تخت گاہ کی ایک سوءِ ادبی تھی۔ اور اس سے وہ عظیم الشان نشان مشتبہ وملتبس ہوتا تھا اس لئے خدا کے غضب کی تلوار چلی۔ اور اس نے ایک ہی وقت میں میر عابد علی شاہ اس کی نواسی اسکی بیوی کا طاعون ہی سے خاتمہ کر دیا۔ اور ان کو دوسروں کے لئے عبرت بنا دیا۔ اس انجام سے پیغام بلڈنگس پر بھی ضرب شدید پڑی کیونکہ وہ کثرت مکالمہ مخاطبہ اس شخص میں ثابت کرکے حضور علیہ السلام کی نبوت کے چاند پر خاک ڈالنا چاہتے تھے۔ اور کبھی تو مولوی محمد علی صاحب کے ترجمۃ القرآن کی مقبولیت وصحت پر اسکے الہامات سے دلیل لاتے کبھی غیر احمدی مخالفین کا جنازہ جائز بتاتے کبھی مسئلہ کفر و اسلام میں اپنا حق پر ہونا بتاتے اب خدا کے فضل نے ثابت کر دیا کہ میر عابد علی شاہ کے الہامات اس خدائے عزّ وجلّ کی طرف سے نہیں تھے جو حضرت موسیٰ عیسیٰ اور نبیوں کے سردار محمد مصطفےٰ اور پھر سب نبیوں کے بروز مسیح موعود سے ہمکلام ہوتا رہا۔

—— :(۴): ——

قرآن مجید پر خطرناک حملہ

مَنْ از بیگانگاں ہرگز نہ نالم۔ افسوس کہ اس خطرناک توہین کلام کا مرتکب وہ شخص ہے جسے دعویٰ ہے کہ میں مسلمان ہوں اور قرآن مجید خدا کے کلام پر ایمان لانے والا۔ اور یہ مضمون اس رسالہ میں چھپا ہے جسے "اُمت مسلمہ" کا قرار دیا گیا ہے اور جسکے مقاصد میں سے ہمیں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ "صرف کلام اللہ کو جمیع ضروریات وحی کے لئے مکتفی ثابت کرنا" اور حال یہ ہے کہ قرآن معجز بیان کے عنوان سے ڈاکٹر سید صادق علی صاحب قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے اور انسانی کلام نہ ہونے کا مندرجہ ذیل ثبوت دیتے ہیں :۔

(۱) قرآن شریف میں ایک ہی قسم کی تعلیم اور مسائل کو دس دس اور بیس بیس بلکہ اس سے بھی زیادہ دفعہ

دُہرایا ہوا ہے۔ انسان کے کلام میں ایسی فضولی اُس کے نقص پر دلالت کرتی ہے لیکن قدرتی موجودات میں ایسی فضول ہمیشہ ہُوا کرتی ہے؛

(۲) انسانی تصنیفات میں ہمیشہ مضامین کی ترتیب اور انتظام کا لحاظ ہُوا کرتا ہے لیکن قرآن شریف میں ایسی ترتیب اور انتظام کا نام ونشان بھی نہیں ہے ایسی عبارت قرآن شریف میں بہت کم پائی جاتی ہے جو ایک ہی قصّہ کو یا ایک ہی قسم کے مسائل کو کسی ایک سورۃ یا رکوع میں بیان کرے کہیں قصے کا ذکر ہے ساتھ ہی بہشت دوزخ کا ذکر آگیا اُس کے ساتھ ہی خدا کی قدرتوں کا ذکر آگیا پھر اُس کے ساتھ ہی عبادت کی تعلیم شروع ہوگئی ایسی آیات بہت زیادہ پائی جاتی ہیں جن کے سلسلہ میں مختلف اور بے تعلق مضامین بیان ہوتے ہوئے چلے گئے ہیں علماء نے اس بات کو نقص خیال کرکے تاویلیں کی ہیں مگر ان تاویلات کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ نامناسب ہیں یہ نقص نہیں ہے بلکہ کمال کا نشان ہے۔

(۳) قرآن شریف میں قسموں کا کھانا اور زائد الفاظ کا لانا وغیرہ ایسی باتیں ہیں کہ انکی حکمت آجتک کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آئی یہ بھی موجودات قدرتی کا خاصہ ہے۔

علاوہ ان باتوں کے قرآن شریف کی صرف نحو اور لغت بالکل وہی نہیں ہے جو عرب کے لوگوں کی تھی یعنی انسانی فصاحت و بلاغت صرف نحو معانی وغیرہ کا التزام قرآن شریف میں نہیں رکھا گیا ہے اس کی مثالیں بہت ہیں میں چند اُن میں سے بیان کرتا ہوں۔

سورۂ شعراء میں کئی جگہ واحد کی جگہ جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ‍الْمُرْسَلِيْنَ کَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِيْنَ۔ کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ۔ کَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ الْمُرْسَلِيْنَ وغیرہ۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ ایک ایک ہی نبی کی انہوں نے تکذیب کی تھی اس لئے یہاں جمع کا صیغہ واحد کے لئے استعمال کیا ہے۔ حال استقبال کی جگہ ماضی اور ماضی کی جگہ حال یہ تو قرآن شریف میں بہت جگہ ہے۔ ضمیر متکلم کی جگہ غائب۔ غائب کی جگہ متکلم۔ اس طرح کے تصرّف قرآن شریف میں بہت ہیں اگر انسان کی کلام میں ہوں تو اُس کو غلطی یا جہالت کی طرف منسوب کیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ جو انسانوں کا خالق ہے وہ ان کی زبان کا بھی مالک ہے اُس میں جیسا تصرّف چاہے کر سکتا ہے۔ اُسپر کوئی اعتراض نہیں۔ ایسے لُغات بھی قرآن شریف میں موجود ہیں جو پہلے سے قریش لوگ نہیں جانتے تھے۔ بعد میں قرآن شریف میں وارد ہونے کے سبب اور سیاق سباق سے اُن کے معانی سمجھ لینے کے سبب وہ الفاظ اُن معنوں میں رائج ہو گئے تھے؛

کون مسلمان ہے جو ان الفاظ کو پڑھے اور کہنے والے کے علم و فہم پر اگر وہ نیک نیتی سے لکھے گئے ہیں تو آٹھ آٹھ آنسو نہ بہائے۔ اور اگر بدنیتی سے مسلمانوں کو قرآن مجید سے نفرت دلانے اور اسکی عظمت دلوں سے کم کرنے کے لئے جو اد قلم ہوئے ہیں تو نفرین نہ بھیجے۔ اپنی جہالت اور نادانی اور کم علمی کی وجہ سے قرآن مجید کی نسبت کس فضولی کے ساتھ کہہ دیا گیا ہے کہ (۱) قرآن مجید میں فضول گوئی ہے اور قدرتی موودات میں ایسی فضولی ہوا ہی کرتی ہے (۲) قرآن مجید میں انتظام اور ترتیب کا نام و نشان نہیں مختلف اور بے تعلق مضامین ہیں۔ (۳) اس میں ناقابل فہم قسمیں اور زائد الفاظ ہیں (۴) فصاحت بلاغت صرف نحو معانی کا التزام نہیں ہے (۵) حال استقبال کی جگہ ماضی۔ ماضی کی جگہ حال۔ متکلم کی جگہ غائب ہے اور یہ غلطی اور جہالت ہے۔

ہم مضمون نگار کو یہ چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنے دعوٰی کے ثبوت میں ہر امر کی تین تین مثالیں پیش کریں ہم خدا کے فضل سے اسے بتا دینگے کہ قرآن مجید میں فضولی نہیں۔ بلکہ فضولی اُس دماغ میں بھری ہوئی ہے جو ان معارف و حکم کو سمجھنے کے قابل نہیں۔ اور ہم انشاء اللہ بتائینگے کہ قرآن مجید کی ایک ایک سورۃ ایک ایک آیت آپس میں ایسی سخت مربوط و منتظم ہے اور باہمی ان کا ایسا تعلق ہے کہ واہمہ کو بھی رخنہ اندازی کی گنجائش نہیں۔ ہاں ہم قسموں کی فلاسفی بھی سمجھائینگے۔ اور جن کو زائد الفاظ کہا جاتا ہے اس کی نسبت بھی دکھائینگے کہ یہ عین ضرورت کے موقعہ پر لائے گئے ہیں فصاحت بلاغت کا التزام بھی بفضلہ ثابت کرینگے اور بحول و قوتہ ایک دنیا پر ظاہر کر دینگے کہ غلطی اور جہالت کا مرتکب کون ہے۔ ہم معاصر موصوف سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے ڈاکٹر سید صاحب سے اس قسم کی مثالیں قرآن مجید سے پیش کرائے۔

المقتبسات

آہ کاش میرے ایک ہاتھ میں سینٹ ڈامینک کی تلوار ہوتی اور دوسرے میں بائیبل تاکہ میں ان تمام مسلمان ملحدین کو نیست و نابود کر دیتا (سے ڈبلیو تنگم فرینڈ (امریکہ کے ایک ممتاز پرچہ میں)

:ــــــــــ:(۲):ــــــــــ:

اسلام اور عیسائیت کے درمیان ایک بڑی جنگ ہونیوالی ہے دریائے فرات کو خشک کرکے ٹرکی کی حکومت کو تباہ کرنے کے بعد اسلام کو تہ و بالا کرنا ہمارا فرض ہوگا۔ (سوتھ ویل کا بشپ)

(۳)

سب سے بڑی بات اس جرأت کا اپنے اندر پیدا کرنا ہے کہ لوگ جب آئیں تو انہیں انجیل کی تعلیم دیجائے (مگر) ایسی تعلیم لوگوں کے دینے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم خود بھی اس کو مانتے ہوں (ریورنڈ ڈبلیو ٹی فلرٹن)

(۴)

گرجاؤں کی شام کی نماز کو متحرک تصاویر کے تھیٹروں میں ادا کرنے کا تجربہ کیا جا رہا ہے کلیسا کے ڈیکن اور اراکین نے اس سے اتفاق کر لیا ہے کہ ایک عام مشہور جگہ پر نماز کی ادائگی کے آرام و رسم و رواج کو قربان کر دیا جائے۔ اور ایک ایسی جگہ پر نماز ادا کی جائے جو گرجا کے طور پر اسقدر مشہور نہ ہو۔ اور جہاں نئے لوگ جانے کے لئے آمادہ ہوں (ریورنڈ ایف جے ایچ ہمفری)

(ب) حال ہی میں انسانی روح کی پیدائش اور ترقی کا حال بتانے کے لئے ریورنڈ ڈبلیو ایچ گوتری نے سینٹ مارکس ایپسکوپل چرچ میں ناچنے والی نیم برہنہ عورتوں ہلکی ہلکی روشنی دلربا ترنم اور متحرک تصاویر سے کام لیا۔ (اشاعت اسلام لاہور)

(۵)

اس بیسویں صدی میں ہر مسیحی مرد اور عورت پر لازم ہے کہ مسلمانوں کی ترقی کی رفتار روکنے کے لئے جو کچھ اس سے بن پڑے۔ کرے۔ اسلام نے نہ صرف مسیحیت کی ترقی کے راستے میں دیوار کھڑی کر دی ہے۔ بلکہ تہذیب کی اشاعت کی راہ میں بھی روڑا اٹکا دیا ہے۔ (مبارکہ کالاٹ پادری ڈبلیو جی پیل)

(۶)

شمالی افریقہ کے تمام علاقے کو از سرِ نو مسیحی بنانے کے لئے یہ بات لازمی اور ضروری تھی کہ اسلامی حکومت کا قلع قمع کر دیا جاتا (ای۔ ایچ۔ گینی لنڈن)

ہندستان کی جہالت
عورتیں کیا کچھ کر سکتی ہیں

ایک طبی رسالہ کے نامہ نگار نے مفصلہ ذیل واقعہ لکھا ہے۔ سادگی بیان ظاہر کرتی ہے کہ یہ بالکل صحیح واقعہ ہے:۔

"ایک دفعہ بندہ ایک قبرستان سے گذرا جو کہ موضع ڈب علاقہ پیلاں ضلع میانوالی میں ہے۔ بوقت بارہ بجے رات ایک دن بندہ پیلاں سے بطرف موضع ڈب جا رہا تھا جبکہ بندہ اس گورستان میں گیا۔ جو ڈب سے بجانب مغرب براستہ پیلاں واقع ہے تو جس طرح آدمی (درد

غسل کرتا ہے اور پانی نیچے گرتا ہے۔ تو آہٹ ہوتی ہے اسی طرح آواز سُنائی دی چونکہ رات اندھیری تھی اور موسم سرما کا تھا اور آسمان پر ابر محیط تھا اور تھوڑی تھوڑی ابر باری ہو رہی تھی۔ بندہ گھوڑی پر سوار تھا۔ میں نے قریب قریب بہت کوشش کی کہ دیکھوں کیا چیز ہے مگر اندھیرا بدرجہ کمال تھا کچھ نظر نہ آسکا۔ اس لئے میں بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جب بجلی چمکتی ہے تو کوئی چیز لمبی سی درخت جنڈ کے نیچے پڑی سیاہ دکھائی دیتی ہے۔ ہر چند کوشش کی کہ آگے جا کر دیکھوں مگر گھوڑی نے جواب دیدیا پھر میں نے (چونکہ میں ایک خیال کا آدمی ہوں) گھوڑی وہاں باندھ دی اور پیادہ پا سوٹا لیکر چلا گیا۔ اور جب بالکل قریب پہنچا تو تاڑ لگائی اور دیکھا کیا چیز ہے۔ تو جب سے میں نے گھوڑی باندھی تو اس نے بھی تاڑ لیا۔ کہ یہ کوئی شخص ہے اور میری طرف آیا چاہتا ہے۔ اس نے میرے ڈرانے کے لئے کئی کئی چالاکیاں اور نیرنگیاں کیں۔ سر کے بال چھنڈ ائے (پھیلائے) دانتوں کو پیسا پتھروں کو آپس میں ٹکرایا۔ لیکن میں نے اللہ کے توکل پر سورہ یاسین پڑھ کر اپنے بدن پر پھونکی اور اُٹھا اور اس کو کہا تو کیا چیز ہے جلدی بتا تو اس نے پھر میرے ڈرانے کی کوشش کی۔ اتنے میں میں پھر نزدیک ہو گیا اور کہا اگر میں ڈرتا تو چلا گیا ہوتا۔ میں ہرگز نہیں ڈروں گا اور یہ سوٹا تیرے سر میں ابھی مارتا ہوں یا سچ بتادے تو کیا چیز ہے ورنہ یہ تیرا سر نہ ہوگا۔ یا پیر اس بجلی کا چمکتا تھا میری نظر نے معائنہ سے مجھے بتادیا کہ یہ شکل تو عورت کی ہے زیورات پہنے ہیں۔

پھر اس نے کہا کہ خدا کا نام ہے میں آدمی ہوں مجھے مت مار اور ذرا بیٹھ میں کپڑے پہن کر تجھ کو سب کچھ بتادوں گی۔

میں بیٹھ گیا اس نے کپڑے پہنے تو کہا کہ بھائی صاحب میں عورت ہوں میرے اولاد نہیں ہوتی مجھے ایک عامل نے فرمایا ہے کہ کوئی بھنگی جب تازہ مردہ گورستان میں دفن کیا گیا ہو۔ اسکو رات کو نکالکر ایک درخت کے نیچے لٹکا دیں۔ اور اس کے اوپر پانی ڈالیں اور نیچے بیٹھ کر غسل کریں۔ تیری اولاد ہو جاویگی۔ آج یہ بھنگی مرا تھا اس کو اس گورستان میں دفن کر گئے اور میں نے اولاد کی خاطر یہ کام آکر کیا۔ پھر قبر میں اس چوڑہا مردہ کو جو درخت پر لٹکا ہوا تھا دفن کرنے لگی اور خادم چلا آیا۔"

اندھیری رات بادلوں کی گرج۔ پُرانا قبرستان۔ ایک لاش کا قبر سے نکالنا اسے درخت سے لٹکا کر اسپر پانی ڈالنا پھر اس کے نیچے نہانا۔ اُف کسقدر دہشتناک واقعہ ہے اور کتنی قابل افسوس گہری خطرناک جہالت کا پتہ دیتا ہے لیکن اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اگر مناسب تربیت کی جائے تو اس صنف نازک و لطیف سے بھی ایسی عورتیں نکل سکتی ہیں جو دین قیم کے لئے بہت کچھ کر سکتی ہیں +

آپکے فائدے کیلئے

کتاب گھر قادیان نے حضرت علامہ نورالدین خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی دو کتابیں تصدیق براہین احمدیہ و فصل الخطاب چھپوا کر قابل شکریہ کام کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

مجرّبات نورانی:- اس نام سے ایک کتاب حکیم نور محمد صاحب کشمیری بازار لاہور نے شائع کی ہے۔ کاغذ اعلیٰ چھپائی گریمی کیسی کی حجم ۴۳۲ صفحے قریباً ہر مرض کے لئے مجرّب نسخے درج ہیں۔ جو لوگ اکثر بیمار رہتے ہیں۔ یا جو طبابت پیشہ ہیں اور مریضوں کا کامیاب علاج کرنا چاہتے ہیں۔ یا بعض ایسی بیماریوں میں مبتلا ہیں کہ طبیب سے ذکر نہیں کر سکتے۔ میرے خیال میں وہ اس کتاب سے بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں کشتہ جات کا طریق بھی اس میں ہے قیمت مجلد درجہ اوّل چار روپے۔

تشحیذ الاذہان کے پرانے فائل:- تمام احباب سے مخفی نہ رہے کہ تشحیذ الاذہان کے گذشتہ فائلوں میں آریوں عیسائیوں غیر احمدیوں شیعوں کے متعلق نہایت مکمل و مفصل و مدلل مضامین موجود ہیں ایک ایک مستقل کتاب ہر موضوع پر ہر مضمون پر موجود ہے۔ غرض ایک بیش بہا ذخیرہ ہے ۱۹۱۴ء سے لیکر ۱۹۲۱ء تک ۸ فائل مکمل موجود ہیں۔ بیس روپے میں ملیں گے اب اس سے کم نہیں مینجر تشحیذ قادیان

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسئلہ نزول المسیح کے متعلق آپکے پاس ایک جامع مگر مختصر رسالہ ہو تو **التشریح الصحیح فی نزول المسیح** ۶ر پر منگوالیں۔ (تشحیذ قادیان)

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر مکمل بحث جس کے ابتداء میں پیشگوئیوں کے اصول پر ایک فیصلہ کن تحریر ہے جس میں مرزا سلطان محمد کے خط کا عکس بھی ہے صرف ۶ر سے ملتا ہے (تشحیذ قادیان)

مرہم عیسیٰ جو پرانے زخموں پھوڑوں۔ خنازیر۔ ناسوروں۔ کے لئے بہت مفید ہے صرف کلاں ڈبیہ موجود ہیں۔ جو دو روپے فی ڈبی کے حساب سے ملیگی۔ (تشحیذ قادیان)

آریہ پنتھ کا فوٹو یہ رسالہ سو صفحے کا قاضی محمد نذیر صاحب مولوی فاضل پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ لائل پور نے لکھا اور شائع کیا ہے ماشاء اللہ آریہ پنتھ کے ابطال میں ہر قسم کے دلائل مہیا کیے ہیں مناظرات میں خوب کام آنے والا رسالہ ہے قیمت ۸ر

عیسائیوں کی دیانتداری کا نمونہ:- اس چھوٹے سے مولوی صاحب موصوف نے بائیبل کی تحریف و اختلاف کے چند نمونے دکھائے ہیں یہ بھی بہت کارآمد مجموعہ ہے قیمت ۲ر

سرگذشت بائیبل حجم ۸ صفحہ یہ بھی کام کی چیز ہے قیمت ۱ر **حقیقی اتحاد** حجم ۳۲ صفحے اس میں بتایا ہے کہ کرشن بھی نبی تھے اور ہندو مسلم اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے قیمت ۱ر دو نو ٹریکٹ سیکرٹری انجمن احمدیہ ضلع فیروزپور سے

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

ریویو کی توسیع اشاعت کی تحریک

(اُردو) ریویو آف ریلیجنز قادیان کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اس وقت توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس رسالہ کی اعانت و مالی امداد میں جہاں تک ان سے ممکن ہے۔ اپنی ہمت دکھلاویں۔"

اور پھر فرماتے ہیں:-

"اگر اس رسالہ کی اعانت کے لئے اس جماعت سے دس ہزار خریدار اُردو یا انگریزی کا پیدا ہو جائے۔ تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں۔ تو اس قدر کچھ بہت نہیں۔ بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔"

میرے سید و مولیٰ نے جماعت سے دس ہزار خریدار کا مطالبہ اس وقت کیا جبکہ جماعت کی تعداد لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ تو کیا اب چھ سات لاکھ جماعت کی موجودگی میں یہ درخواست کہ کم از کم ایک ہزار مزید خریدار رسالہ کو دیا جائے۔

ہاں اس رسالہ کے لئے جسمیں نہایت تحقیقی و علمی مضامین اسلام و احمدیت کی تائید اور غیر مذاہب کی تردید میں شائع ہوتے ہیں۔ جسمیں اسلام کے اندرونی فرقوں پر ان کی غلطیاں واضح کی جاتی ہیں۔ اور اسلام کے دشمنوں پر حجت ملزمہ قائم کر کے صراط مستقیم دکھایا جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا نمونہ دکھانیوالی قوم کے سامنے کچھ ایسی درخواست ہے جو پوری نہ ہو۔ ہرگز نہیں مجھے یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ ایک ہزار خریدار رسالہ ریویو کو ضرور دیا جائیگا کیونکہ موجودہ صورت میں خریداروں کی اتنی کمی ہے کہ خرچ آمد سے زیادہ ہے۔ حالانکہ ریویو آف ریلیجنز کی خاطر حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنا رسالہ تشحیذ الاذہان بند کر دیا۔ تاکہ جماعت کی توجہ بجائے دو رسالوں کے ایک رسالہ کی طرف پوری پوری ہو سکے۔ پس دوست خود خریدار بنیں۔ اور اگر پہلے سے خریدار ہیں۔ تو دوسروں کو خریدار بنائیں۔

قیمت سالانہ صرف تین روپے (عـــہ) اور طلباء کیلئے اڑھائی روپے (عـہ/۸)

ناظر دعوۃ تبلیغ۔ قادیان۔